میں کہ مری نوا میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

ذکراً قائماً

20ویں صدی کے علماء گجرات کی حیات، علمی، دینی، خدمات

تالیف

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

بانی ومہتمم: جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، سپول بہار انڈیا

سکریٹری جنرل: امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا

انتساب

گجرات کے مایہ ناز علماء کرام کے نام

جن کے نورِ علم اور فیضِ عمل سے برصغیر ہی نہیں پوری دنیا میں

علم ومعرفت کی قندیلیں روشن ہیں

مفتی محفوظ الرحمن عثمانی

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	:	**ذکراً قائماً** 20ویں صدی کے علماء گجرات کی حیات، علمی و دینی خدمات
مصنف	:	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
اشاعت اول	:	۲۰۱۰ء
اشاعت دوم	:	۲۰۱۱ء
صفحات	:	۱۷۰
ناشر	:	جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ
زیر اہتمام	:	ڈاکٹر شہاب الدین ثاقب قاسمی
منیجر طباعتی امور	:	شاہد عبد اللہ
کمپوزنگ	:	محمد ارشد عالم
قیمت	:	۲۰۰/روپے

﴿ملنے کا پتہ﴾

مرکزی دفتر امام قاسم اسلامک ایجوکیشنل ویلفیئر ٹرسٹ انڈیا

کے۔۷۹، سکنڈ فلور، اسٹریٹ نمبر ۵، پارٹ ۱، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

فون: +91-11-26981876 فیکس: +91-11-26982907

موبائل: +91-9811125434, 9771807585, 9931906068

E-mail: jamiatulqasim@yahoo.com

www.jamiatulqasim.com

فہرست

عنوان	صفحہ
تقریظ	۶
کلمات تبریک	۹
مقدمہ	۱۱
فن حدیث کا پہلا مصنف	۲۱
شیخ مخدوم علی مہائمیؒ	۲۴
مولانا مفتی رکن الدینؒ	۲۸
مولانا راجح بن داؤدؒ	۲۹
مولانا قاضی جگنؒ	۲۹
مولانا علاء الدینؒ	۳۰
مولانا عبد الملکؒ	۳۰
مولانا مفتی قطب الدینؒ	۳۰
مولانا صبغۃ اللہؒ	۳۱
مولانا شیخ عبد القادرؒ	۳۲
مولانا احمد بن سلیمان احمد آبادیؒ	۳۲
مولانا محمد فریدؒ	۳۴
مولانا سید محمد رضویؒ	۳۵
مولانا شیخ جمال الدینؒ	۳۵
مولانا نور الدینؒ	۳۵
مولانا خیر الدینؒ	۳۶
مولانا ولی اللہؒ	۳۷
علامہ وجیہ الدین علویؒ	۳۷
شاہ صاحب کی تصنیفات	۴۱
حاشیہ علی التلویح	۴۲
حاشیہ علی المواقف	۴۳
شرح جام جہاں نما	۴۴
رسالہ انسکزیہ	۴۵
حاشیہ علی المختصر المعانی	۴۶
رشاد شرح الارشاد	۴۷
حاشیہ علی العضدی	۴۸
حاشیہ بیضاوی وغیرہ	۴۹
علامہ مجد الدین محمد بن طاہر پٹنی المحدث	۵۲
مولانا محمد صدیق پٹنیؒ	۵۴
مولانا حیدر گجراتیؒ	۵۵
مشائخ گجرات	۵۸
سلسلہ چشتیہ	۵۹
نظریات	۶۰
گجرات میں مشائخ چشتیہ	۶۱
سلسلہ قادریہ	۶۳
گجرات میں سلسلہ قادریہ	۶۴
سلسلہ نقشبندیہ	۶۴
گجرات میں سلسلہ نقشبندیہ	۶۶
سلسلہ شطاریہ	۶۶
گجرات میں سلسلہ شطاریہ	۶۸
سلسلہ سہروردیہ	۶۹
گجرات میں مشائخ سہروردیہ	۷۰
گجرات کے صوفیا کی تصانیف	۷۲

گجرات کے قدیم مدارس	۸۶
گجرات کے موجودہ مدارس	۸۸
دارالعلوم اشرفیہ راندیر	۹۳
جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل	۹۴
جامعہ حسینیہ راندیر	۹۶
دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ	۹۸
جامعہ علوم القرآن جمبوسر بھروچ	۱۰۱
جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ	۱۰۳
دارالعلوم جامعہ زکریا جوگواڑ	۱۰۵
20 ویں صدی کے علماء گجرات	۱۰۷
حضرت مولانا محمد عبدالحی کفلیتویؒ	۱۰۸
حضرت مولانا صوفی عابد میاںؒ	۱۰۹
حضرت مولانا علامہ احمد اللہ صاحبؒ	۱۱۱
حضرت مولانا احمد بزرگ سورتیؒ	۱۱۲
حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ	۱۱۴
حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ	۱۱۶
حضرت مولانا محمد بن موسی سورتی افریقیؒ	۱۱۸
حضرت مولانا محمد یوسف لاجپوریؒ	۱۱۹
مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ	۱۲۲
حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ	۱۲۳
مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ	۱۲۶
حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی	۱۲۸
حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی	۱۲۹
حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی	۱۳۱
حضرت مولانا محمد ابراہیم مظاہری	۱۳۲
حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری	۱۳۴
حضرت مولانا مفتی عباس صاحب	۱۳۶
حضرت مولانا قاری اسماعیل بسم اللہ	۱۳۸
حضرت مولانا محمد موسیٰ اسماعیل ماکروڈ	۱۴۰
حضرت مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل	۱۴۱
حضرت مولانا محمد حسن سعید بزرگ	۱۴۲
حضرت مولانا مفتی عبداللہ پٹیل مظاہری	۱۴۳
حضرت مولانا غلام محمد وستانوی	۱۴۵
مولانا محمد ایوب سورتی قاسمی کھنگوی	۱۴۸
مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	۱۵۱
تحریک تحفظ ختم نبوت اور پیام انسانیت کے علمبردار	
حوالہ جات	۱۶۳

دوسرا ایڈیشن

علماء کرام، اصحاب قلم اور اخبارات ورسائل کے

تأثرات

دعوت وتبلیغ کے عظیم سپوت حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری

چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن

الحمد لله رب العلمين، و الصلاة و السلام على رسوله الكريم و على آله و صحبه أما بعد:

علماء کی مجلسیں، ان کے ملفوظات اور دینی تقریبات امت کے درمیان اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہیں لیکن دور حاضر کی تیز رفتار بھاگتی دوڑتی زندگی اور دنیا و دنیاوی وسائل کے حصول کے لیے شب و روز کی جوتگ ودو ہے اس نے عام مسلمانوں کو علماء و مشائخ سے کافی دور کر دیا ہے اور یہ دوریاں معاشرے کو کئی طرح کے نقصانات سے دوچار کر رہی ہیں۔ ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ علماء و مشائخ سے عام مسلمانوں کے ربط و تعلق کو مضبوط و مستحکم کرنے کے جملہ طریقۂ کار اختیار کیے جائیں۔ ظاہر ہے امت پر علماء کے جو احسانات ہیں اور دعوتی و اصلاحی میدان میں علماء جو کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں ان کو عام کرنا نہایت ناگزیر ہے، اس نقطہ نظر سے علماء کے احوال و آثار، ان کی خدمات اور دینی و علمی حصولیابیوں پر مشتمل کتابیں، رسالے اور پمفلٹ کو عام کر کے عام مسلمانوں اور علماء کے درمیان کی دوریاں ختم کی جا سکتی ہیں۔ اس میدان میں بہت سے قلمکاروں اور مصنفین نے اہم کتابیں تصنیف کی ہیں، اسی ذیل میں تحفظ ختم نبوت کے مجاہد مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی تازہ تصنیف ''ذکراً قائماً'' غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے جو علمائے گجرات کے فکر و فن اور ان کی عملی زندگی کا روشن آئینہ ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں علمائے گجرات کی کئی دہائیوں پر مشتمل دینی خدمات کا احاطہ کیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہر عہد کے علماء نے مشکل حالات میں بھی کس طرح علوم اسلامی کی تعلیم و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے گراں قدر فریضے کو انجام دیا، اس کے لیے لائق مصنف قابل مبارکباد ہیں۔

محمد عیسیٰ منصوری (چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن)

۹ر شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۲ر جولائی ۲۰۱۱ء

ناموس مدارس کے پاسبان حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی مدظلہ العالی
بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ گجرات

الحمد للّٰہ حمداً کثیرا. اما بعد!

بلاشبہ ریاست گجرات اپنی گوناں گوں خوبیوں اور صفات کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ علوم اسلامی کی ترویج واشاعت میں بھی اس صوبہ کا اہم کردار رہا ہے، جس کا اعتراف کئی مصنفین نے کیا ہے لیکن دور حاضر کے علمائے گجرات کی جو علمی، دینی واصلاحی سرگرمیاں ہیں اور دین ودعوت کے میدان میں علمائے گجرات نے جو وقیع کارنامے انجام دیے ہیں اس موضوع پر اب تک کوئی تصنیف سامنے نہیں آئی لیکن مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے ''ذکراً قائماً'' جیسی بیش قیمت کتاب تصنیف کرکے اہم فریضہ انجام دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب میں مجھ حقیر کا بھی ذکر مصنف نے کیا ہے جب کہ میں اس لائق نہیں کہ میرا شمار اکابر علماء کی فہرست میں شامل کیا جائے، تاہم جس عقیدت ومحبت کے ساتھ علماء گجرات کا تذکرہ مفتی صاحب موصوف نے کیا ہے، اللہ رب العزت اس تاثیر کو تادیر باقی رکھے اور شرف قبولیت سے نوازے۔ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کا تعلق گرچہ بہار سے ہے لیکن علمائے گجرات سے ان کی عقیدت ومحبت اور راست طور پر ربط وہم آہنگی کا یہ بین ثبوت ہے کہ انہوں نے ایسی معلوماتی کتاب تصنیف کرڈالی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔

احمد دیولوی

مہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، بھروچ گجرات

۸/شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۱/جولائی ۲۰۱۱ء

کتاب وسنت کے عظیم داعی حضرت مولانا محمد ابراہیم مظاہری دامت برکاتہم
بانی ومہتمم جامعہ قاسمیہ کھروڈ، بھروچ، گجرات

حامداً و مصلیاً اما بعد!

بزرگوں کے واقعات، نئی نسل کی تربیت کا کام کرتے ہیں اور علماء کا ذکر خیر معاشرے میں دینی مزاج پیدا کرتے ہیں۔ ''ذکراً قائماً'' کے مشمولات پڑھ کر یہ تاثر ابھرتا ہے کہ یہ کتاب نئی نسل کی تربیت اور معاشرے میں دینی مزاج پیدا کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔ اس کتاب میں علمائے گجرات کی دینی سرگرمیوں کو نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے جو اسلامی تاریخ کا گراں قدر حصہ ہے، چنانچہ اس کتاب کی ایک تاریخی معنویت بھی ہے۔ ہمارے اکابر واسلاف کا یہی طریقہ کار رہا ہے اور یہ کتاب اول زینہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، سپول بہار کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے اور اس وقیع کام کے لیے یقینی طور پر مصنف مبارکباد کے مستحق ہیں۔

محمد ابراہیم مظاہری

خادم جامعہ قاسمیہ کھروڈ، بھروچ، گجرات

۷/شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۰/جولائی ۲۰۱۱ء

احیاءِ قرآن کریم کے علمبردار حضرت قاری اسماعیل بسم اللہ مدظلہ العالی
بانی ومہتمم جامعۃ القرأت کفلیۃ، سورت، گجرات

حامداً و مصلیاً.

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مدھوبنی، ضلع سپول بہار کے بانی ومہتمم مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی تحریر کردہ تصنیف ''ذکراً قائماً'' کو پڑھنے کا اتفاق ہوا، ماشاء اللہ مصنف نے کئی دہائیوں میں پھیلی ہوئی علمائے گجرات کی دینی، دعوتی وتصنیفی خدمات کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ موصوف نے نہایت سلیس زبان میں علمائے گجرات کا سوانحی خاکہ اپنے خاص اسلوب میں تحریر کیا ہے۔ امت کی رہنمائی کرنے والے علماء کے افکار وخیالات اس کتاب میں پڑھنے کا اتفاق ہوا اور بے ساختہ مصنف کے لیے دعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی سے دین ودعوت کا کام لیتا رہے۔ آمین

اسماعیل بسم اللہ
مہتمم جامعۃ القرأت کفلیۃ، سورت، گجرات
۶؍شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ۹؍جولائی ۲۰۱۱ء

علمائے گجرات کے فکروفن کا آئینہ
(شائع شدہ روزنامہ ہندوستان ایکسپریس نئی دہلی)

فن حدیث کے پہلے مصنف اور امام سفیان ثوری، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام وکیع بن جراح اور امام علی بن عاصم کے استاذ ہونے کا شرف جس ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی البصری کو حاصل ہے وہ سرزمین 'گجرات' سے تعلق رکھتے تھے۔ تقریباً تیرہ صدی ہجری قبل علوم وفنون کے حوالے سے گجرات 'شیراز' بن گیا تھا تو حدیث کی خدمات کے تعلق سے 'یمن میمون' سے مماثلت بھی رکھتا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو ہندوستان میں علم حدیث کی نشرواشاعت کا پہلا عالم قرار دیا جاتا ہے جبکہ ان کی ولادت سے قبل ہی یہاں شیخ الاسلام زکریاؒ، شمس الدین سخاوی اور علامہ ابن حجر مکی کے تلامذہ تشنگا حدیث کو سیراب کررہے تھے۔ مشاہیر علماء متقدمین نے علم و معرفت کی جو قندیلیں یہاں روشن کیں ان کی ضیاپاشی اب بھی برقرار ہے۔ عہد بہ عہد علماء کی جماعت نے اکابر ومشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تعلیم وثقافت کے شعبے میں اپنی کارکردگی درج کرائی ہے۔ بیسویں صدی کے علماء بھی اس حوالے سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی کی تالیف بیسویں صدی کے علماء گجرات کی حیات علمی و دینی خدمات، اصحاب سلوک ومعرفت سے متعارف کرانے کی امتیازی سعی ہے۔ اگرچہ موضوع ہذا پر گجرات کے مشاہیر علماء اور تذکرہ اکابر ڈیڑھ دہائی قبل منظر عام پر آچکے ہیں جن میں چند مرحومین علماء کے کارہائے نمایاں کا ذکر موجود ہے جن سے یہ کتاب ان معنوں میں منفرد ہے کہ اس میں متقدمین کے ساتھ ان حضرات کا بھی ذکر ہے جو علم دین کی توسیع میں عرصہ دراز سے سرگرم ہیں۔ مولانا عبداللہ کاپودروی، مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی، مولانا مفتی احمد دیولوی، مولانا محمد ابراہیم مظاہری، مفتی احمد ابن محمد خان پوری، مولانا مفتی عباس،

قاری اسمٰعیل بسم اللہ، مولانا محمد موسیٰ اسمٰعیل ماکروڈ، مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل، مولانا محمد سعید بزرگ، مولانا مفتی عبداللہ پٹیل مظاہری، مولانا غلام محمد وستانوی اور مولانا محمد ایوب سورتی قاسمی کی دینی اور تدریسی خدمات، تصنیفات وتالیفات اور مدارس کی بنیاد ڈال کر پروانہ علم کو شمع ہدایت کی جانب لانے کا شغل لائق صد تحسین ہے، فاضل مولف نے گجرات کے مشاہیر علماء متقدمین کا اجمالی وتفصیلی تذکرہ کرنے کے ساتھ سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ پر بھی گفتگو کی ہے، گجرات کے قدیم وجدید مدارس کے ضمن میں ان مدرسوں کا تعارف کرایا گیا ہے جن تک رسائی کتب اور دیگر ذرائع سے ہوسکی ہے فہرست ہنوز نا تمام ہے۔ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے مضمرات کے حوالے سے ایک جگہ مولف کا ملی درد یوں سامنے آتا ہے۔

"اگر یہ دینی ادارے حکومت کی تحویل میں چلے گئے تو ان اداروں سے دین کے محافظ اور ملت کے نگہبان تو پیدا نہیں ہوسکیں گے البتہ سرکاری اور ضمیر فروش مولوی وافر مقدار میں پیدا ہوں گے جن کی وساطت سے حکومتیں ہر ناجائز کو آسانی سے جائز کرسکیں گی۔" (ص:۹۱)۔

یہ مقالہ گزشتہ سال کے ماہ اول میں منعقدہ گجرات کے سیمینار کے لیے لکھا گیا تھا، جس میں مزید اضافہ کرکے کتابی شکل دے دی گئی۔ کتاب ہذا میں کمپوزنگ کے اغلاط کے علاوہ مفتی قطب الدین کی دیگر تصنیفات کا ذکر کرکے خاموشی اختیار کرلی گئی ہے جبکہ ان کے اسمائے گرامی تحریر کیے جانے چاہئے تھے۔ اس کے برعکس دیگر مقامات پر حوالوں کی حتی الامکان توضیح کی گئی ہے۔ آخر میں مولف کا تفصیلی تعارف ہے۔ کتاب کا ٹائٹل دیدہ زیب اور پرکشش ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کاوش معلومات افزا اور قابل قدر ہے۔

تبصرہ نگار: سعید اختر اعظمی

سینئر سب ایڈیٹر روزنامہ ہندوستان ایکسپریس نئی دہلی

نومبر ۲۰۱۰ء

اکابر علماء کی شخصیت پر پڑی گرد کو صاف کرنے کی سعی

(شائع شدہ ہفتہ وار "عالمی سہارا" نئی دہلی)

ریاست گجرات ہر عہد میں علماء ومحققین کا مرکز اور داعیان اسلام کی سرزمین رہی ہے، فی زمانہ بھی علماء وصلحا کی اتنی بڑی تعداد دین ودعوت کی ترویج واشاعت میں سرگرم ہے کہ اس کی نظیر کسی اور ریاست میں نہیں ملتی۔ زیر نظر کتاب "ذکراً قائماً" ان علماء کے احوال وآثار پر مشتمل ہے جن کی علمی ضوفشانیاں نہ صرف گجرات بلکہ دنیا کے ہر حصے میں مسلسل جاری وساری ہیں۔

زیر نظر کتاب کے مصنف مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے نہایت عقیدتمندی اور حقیقت پسندی کے ساتھ علمائے گجرات کے حالات اور دین ودعوت کے میدان میں ان کی گراں قدر کارکردگی کو زیر قلم کیا ہے۔ موصوف نے مستند حوالوں کے ساتھ پرکشش اسلوب میں اکابر علماء کی شخصیت پر پڑی گرد کو صاف کرنے کی سعی کی ہے۔ چونکہ مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی علمائے گجرات سے بے حد متاثر ہیں اور کئی دہائیوں سے ان کے دیرینہ تعلقات علمائے گجرات سے رہے ہیں اس لیے انہوں نے وہی لکھا ہے جو دیکھا اور محسوس کیا ہے، چنانچہ ان کی عقیدت نگاہی کبھی کبھی جذبات کے سیل رواں میں بہہ جاتی ہے تاہم وہ کہیں بھی حقیقت کی راہ سے نہیں بھٹکتے۔

مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی نے ماقبل میں بھی کئی کتابیں تالیف کی ہیں جو علماء اور اہل علم سے خراج تحسین وصول کرچکی ہیں، اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ یہ کتاب بھی نہ صرف گجرات بلکہ پوری دنیا میں جہاں جہاں نائبین رسول کے چاہنے والے ہیں، کے درمیان مقبول ہوگی۔

تبصرہ نگار: عبدالقادر شمس قاسمی

سینئر سب ایڈیٹر عالمی سہارا، نئی دہلی

تقریظ

عالم ربانی شیخ الادب حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی الندوی حفظہ اللہ

مدیر مجلّہ البعث الاسلامی و مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد المرسلين خاتم النبيين سيدنا محمد، وعلى آله وصحبه وعلى من تبعهم باحسان ودعا بدعوتهم الى يوم الدين، اما بعد.

گجرات جمبوسر علاقہ میں رابطہ ادب اسلامی برائے ہند اور شرق ایشیا کا سیمینار ۲۲ تا ۲۴ جنوری جامعہ علوم القرآن میں اس علاقہ کی محترم اور محبوب ترین شخصیت حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب زادہ مجدہم بانی و مہتمم جامعہ علوم القرآن کی ضیافت واکرام میں ان کے اس جامعہ میں منعقد ہوا۔

سیمینار کا عنوان تھا: علمائے گجرات اور مولانا محمد بن طاہر پٹنی، ان کی ادبی اور علمی خدمات۔

یہ سیمینار اگر چہ ادب کے موضوع پر تھا لیکن واقعہ یہ ہے کہ رابطہ ادب اسلامی کی طرف سے اس کی کے انعقاد نے ایک تاریخی حیثیت اختیار کر لی اور جنوری ۲۰۱۰ء کا آخری ہفتہ نہ

صرف علماء گجرات اور وہاں کے ارباب علم ودانش کے لئے علمی اور ادبی میدان میں ایک عظیم بیداری اور پیش رفت اور فکری جمود کے خاتمہ کا باعث بنا، بلکہ تمام علم وادب کے مراکز میں ایک نئی روح پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوا۔

اس سیمینار میں دور دراز کے علماء وادباء بھی تشریف لائے اور انہوں نے اسے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا، اور اسے وقت کی ضرورت قرار دے کر علمی، ادبی وادباء اور تاریخی حیثیت سے حصہ لینے میں سعادت کا احساس کیا۔

صوبۂ بہار کے موجودہ علماء وادباء کی کہکشاں میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی صاحب کا ہے، جنہوں نے اپنی عالی ہمتی اور اخلاص وللّٰہیت کی جیتی جاگتی تصویر سپول کے علاقہ میں جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ لکھ کر پیش کیا، مقالہ کا عنوان تھا 'بیسویں صدی کے علمائے گجرات کی علمی اور دینی خدمات' اس مقالہ کو سیمینار کے مندوبین اور مدعوبین اور حاضرین کرام نے بہت پسند کیا، اور مولانا عثمانی کو ان کی اس علمی اور تاریخی کاوش پر کھل کر داد دی، مقالہ چونکہ اپنے عنوان کی نسبت سے خاصا طویل ہوگیا تھا، اور اس میں بیسویں صدی کے علماء کی خدمات کو اجاگر کیا گیا تھا، اس لئے متعدد اہل علم وادب نے اس کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی درخواست کی، تاکہ علماء گجرات میں اس کو بھی وقیع جگہ مل سکے اور اس کا فیض آنے والی نسلوں کو زیادہ سے زیادہ پہنچنا ممکن ہو جائے۔

اس خیال کے ماتحت مقالہ نگار نے اس کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا انتظام کر لیا، اور کتاب کے مقدمہ میں اس کی افادیت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس مقالہ کی جس طرح استاد علمائے کرام، اہل علم ودانش اور باذوق سامعین نے ستائش کی، اس سے حوصلہ کو تقویت ملی، بعض مشفق ومربی نے مقالہ میں مزید اضافہ کر کے اس کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا اظہار فرمایا، یہ کتاب جس کا نام 'ذکراً قائماً' رکھا گیا ہے

انہیں مخلصین کرم فرماؤں کی آرزوؤں کی تکمیل ہے۔''

مجھے اگر چہ اس نام کی پسندیدگی سے پورا اتفاق نہیں ہے، اس لئے کہ اور بھی بہت سے ایسے نام رکھے جاسکتے تھے جو قوت فکر پر بوجھ بنے بغیر بلا تکلف سب کی سمجھ میں آجاتے، تاہم میں اس کتاب کے مصنف مولانا عثمانی صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک مفید کتاب شائع کرکے حلقۂ علم وادب میں اپنی شخصیت کی بہتر شناخت کے ذریعہ بہترین جذبۂ علم ابھارنے کی کوشش کی ہے اور علماء گجرات کو ایک نیا علمی اور تاریخی تحفہ پیش کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو نافع بنائیں اور اس کو قبول کرکے کتاب کی نافعیت کا رقبہ وسیع فرمائیں۔

والله ولی التوفیق والسداد

راقم الحروف

سعید الرحمٰن الاعظمی ندوی

مدیر مجلّہ البعث الاسلامی ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۲؍شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۵؍جولائی ۲۰۱۰ء

کلمات تبریک

مخدوم گرامی شیخ زکریا کے علوم ومعارف کے ترجمان

حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ العالی

نواسۂ شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ وامین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سرزمین گجرات تاریخ کے ہر دور میں علم وفضل کی آماجگاہ اور علما وفضلا کا مرکز ومسکن رہی ہے۔ چنانچہ بے شمار علما ومشائخ، اولیائے کاملین اس سرزمین میں پیدا ہوئے اور پھر اسی زمین کی مٹی میں پوشیدہ ہوجانے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہاں سے ناموران علم وفضل کی جتنی بڑی تعداد تیار ہوئی اس سے کہیں زیادہ شہرۂ آفاق اصحاب سلوک ومعرفت تیار ہوئے اور تاریخ نے ان کی خدمات اور ان کے تذکروں کو اور ان کی سعادتوں وشرافتوں کے واقعات کو اپنے اندر پوری دیانت وامانت کے ساتھ سمیٹ کر محفوظ کرلیا ہے۔ ایسی ہی درجنوں کتابوں میں ایک مستند اور وقیع کتاب حضرت محترم مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن صاحب عثمانی مظاہری بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ، سپول، بہار کی زیر نظر ہے، جو بیسویں صدی کے اصحاب علم ومعرفت کے دل آویز حالات پر مشتمل ہے اور ان کے فیض سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کتاب اور صاحب کتاب دونوں کو اپنی بارگاہ کی قبولیت عطا فرمائے اور نوجوان نسل کو ان فیوض وبرکات کی حامل شخصیتوں کے نقوش قدم پر

چلنے کی اوران سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

یہ احقر اس وقت حضرت مرکز نظام الدین ،نئی دہلی میں ہے اور آج شام ہی کو اسی سرزمین گجرات کے سفر پر روانگی ہے۔ اسلئے سفر در سفر کی وجہ سے مختصراً یہ چند سطور حضرت مفتی صاحب کے احترام میں تحریر کی ہیں۔

بندہ محمد شاہد غفرلہ سہارنپوری

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔یوپی

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۴؍جولائی ۲۰۱۰ء

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین، و الصلاۃ و السلام علی سید المرسلین خاتم النبیین سیدنا محمد، و علی آلہ و صحبہ و علی من تبعھم باحسان و دعا بدعوتھم الی یوم الدین، أما بعد:

ہَوا کرتی ہے اپنا کام اور شمعیں بجھاتی ہے
ہم اپنا کام کرتے ہیں نئی شمعیں جلاتے ہیں

سندھ کی صحرا ہو یا مالا بار کا ساحل، یا ممبئی سے کراچی تک بحر عرب کی پٹی، ہر جگہ فیضان نبوت سے بہرور ان پاک طینت افراد کے نقش پا موجود ہیں جنھوں نے اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے یہاں اول اول اپنی کشتی لنگر انداز کی تھی۔ خاص طور پر ریاست گجرات اور مہاراشٹر کا ساحلی علاقہ مبارک و تاریخ ساز ہے جہاں قدسی صفات انسانوں نے کلمۂ حق بلند کیا اور ایمان و ایقان کے دیپ جلائے۔ دریائے نرمدا کا وہ ساحل ہے جس کے کنارے بندگانِ خدا کی پر عزیمت جماعت نے دوسری صدی میں صدائے حق بلند کیا تھا۔ چنانچہ اصحاب علم و فضل نے ابتداءً دین و شریعت کی جو خدمت یہاں کی تھی اسی کا پرتَو ہمیں برصغیر کے چپے چپے میں نظر آتا ہے۔ بلا شبہ ریاست گجرات کا یہ علاقہ کئی معنوں میں مبارک و فیض رساں ہے۔ دین و شریعت کے پاسبانوں نے گجرات کے مختلف حصوں میں جو چراغ جلایا تھا اس کی روشنی پھیلی اور پھیلتی چلی گئی۔

یہ سچ ہے کہ علوم اسلامی کی خدمت مختلف عہد میں ہندوستان کے مختلف خطوں

میں ہوتی رہی ہے اور ایک طویل عرصہ تک علاقہ گجرات پر دوسرے علاقے فائق رہے تاہم فی زمانہ صوبہ گجرات کے علماء ومبلغین ملک و بیرون ملک جس طرح دینی خدمات انجام دے رہے ہیں وہ قابل رشک ہے۔

گجرات کے علماء کرام چندے آفتاب چندے ماہتاب کے سچے مصداق ہیں یہ اس سرزمین کی امتیازی شان ہے کہ یہاں اہل علم ایک فکر لے کر آگے بڑھتے ہیں اور اسے کامیابی کی اس منزل پر لے آتے ہیں کہ وہ فکر پہلے تحریک اور پھر تاریخ کا حصہ بن جاتی ہے۔ دنیا ان کے لافانی وعظیم کارناموں پر نہ صرف عش عش کرتی ہے بلکہ انہیں خراج تحسین اور سلام پیش کرنے پر مجبور ہے۔ علماء گجرات نے حالات سے سمجھوتہ نہیں کیا وہ زندگی کی دوڑ میں صرف آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے قائل ہیں۔ کوششیں جاری رکھو، جہد مسلسل کے فارمولے پر عمل کرو اور دنیا پر چھا جاؤ۔ اسی نایاب حکمت عملی کے سبب علماء گجرات اور اہل گجرات سکّہ رائج الوقت ہیں۔ جہاں جاتے ہیں اپنے علم و ہنر اور عقل وشعور کے سبب اپنی چھاپ چھوڑ جاتے ہیں۔

ہنرمندان دانش مند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں، کوہ سے دریا بہاتے ہیں

یہ عجیب المیہ ہے کہ اجتماعی شکل میں علماء گجرات کی حیات وخدمات پر باضابطہ کوئی کتاب نہیں ملتی ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کے ذکر سے کتابیں یا کتب خانے خالی پڑے ہوں اور اہل علم ناواقف ہوں مگر سچائی یہ ہے کہ ان کے شایان شان کما حقہٗ توجہ کم دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ علماء گجرات پر ایک نظر ڈالنے کیلئے وقت درکار ہے، مختلف کتابوں، رسالوں میں ان کے تذکرے اور کارنامے بکھرے پڑے ہیں مگر انہیں یکجا نہیں کیا جاسکا ہے۔ حالانکہ گزشتہ چند سالوں سے علماء کرام نے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی ہے جس کی وجہ

سے ایک حد تک یہ کمی دور ہوتی نظر آرہی ہے، تاہم منزل ابھی بھی دور ہے۔

22 تا 24 جنوری 2010 میں عالمی رابطہ ادب اسلامی لکھنؤ کے زیر اہتمام جامعہ علوم القرآن جمبوسر، بھروچ گجرات میں سہ روزہ سیمینار کا انعقاد ہوا۔ اس سیمینار میں شرکت کیلئے موضوع کی مناسبت سے ناچیز نے بھی مقالہ لکھا جس میں ’’20 ویں صدی کے علماء گجرات کی علمی ودینی خدمات‘‘ پر مختصر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس مقالہ کی جس طرح حضرت علماء کرام، اہل علم و دانش اور باذوق سامعین نے ستائش کی اس سے حوصلہ کو تقویت ملی۔ بعض مشفق ومربی نے مقالہ میں مزید اضافہ کا مشورہ دیکر اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ **ذکراً قائماً** انہیں مخلصین و شفیق کرم فرماؤں کی آرزو کی تکمیل ہے۔

قابل ذکر امر یہ ہے کہ ہمارے یہاں یادرفتگاں کا رواج ہے، ہم گڑے مردے اکھاڑنے کے عادی ہیں حالانکہ یہ بات بہت سنجیدگی سے سوچنے کی ہے کہ آخر دنیا سے چلے جانے کے بعد ہی مرنے والوں کی خوبیاں اور ان کے بے مثل کارنامے کیوں نظر آتے ہیں۔ حالانکہ انہیں خوبیوں کے ساتھ وہ شخصیت موجود ہوتی ہے تو ہمیں قدر کی توفیق اور ان کی خدمات کا اندازہ نہیں ہوتا۔ ہم ان کی خدمات جلیلہ کی طرف توجہ دینے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے اور جب وہ ہستی ہم سے دور چلی جاتی ہے تو ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے! یہ عجیب معاملہ ہے۔

میں نے اس روایت سے انحراف کرتے ہوئے **ذکراً قائماً** کو ضروری سمجھا اور ان علماء کی حیات و کارناموں کو یکجا کیا جو موجود ہیں اور دنیا ان کے علمی وادبی کارناموں سے مستفید ہو رہی ہے۔

گونا گوں خصوصیات کے حامل علماء گجرات کی خاصی تعداد موجود ہے اور اس

لائق ہیں کہ ان کی کاوش وکارنامے منظر عام ہوں لیکن مصروفیات اور چند مجبوریوں کے سبب ہم اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکے۔تاہم یہ کوشش کہ 20ویں صدی کے مشاہیر اور معتبر علماء کا سوانحی خاکہ مرتب ہو جائے اس میں بڑی حدتک کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

اس طرح سے تقریباً دو درجن سے زائد 20ویں صدی کے علماء گجرات کے تذکروں پر مشتمل اپنی نوعیت کی یہ پہلی کاوش ہے،علماء مشائخ کے تذکروں اور سوانح حیات کی ہر زمانے میں اہمیت رہی ہے،علماء کرام وبزرگان دین اپنے اسلاف کی سوانح اور ان کے تذکروں کا نہ صرف خود مطالعہ فرماتے تھے بلکہ اپنے طلبا ومتوسلین کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔یہی وجہ ہے علماء،ادباء،صلحاء مجددین، مفکرین وغیرہ کی سوانح لکھنے کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

یہ تاریخ ساز شخصیتیں واقعی انسان سازی کے میدان میں علمی نمائندگی کا زندہ جاوید نمونہ ہیں ان کے حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد زندگی میں ایک انقلاب برپا ہوجاتا ہے۔اس حوالے سے مدبر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی رقم طراز ہیں:

> ’’بزرگ شخصیتوں اور حسن عمل کے حامل افراد کے تذکرے بھی بڑی افادیت کے حامل ہوتے ہیں اور اچھے انداز میں ان کو پیش کرنے والوں کی تحریروں میں ان کی شخصیتوں کا عکس آجاتا ہے اور یہ کام انسانوں کی زندگیوں کی صحیح تشکیل وتعمیر میں بہت معاون بنتا ہے۔اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کو لوگ دلچسپی سے پڑھتے بھی ہیں کیوں کہ انسانوں میں خیر کو پسند کرنے کا جذبہ رب العالمین کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے وہ ایسے تذکروں کو

> پڑھنے کی طرف مائل کرتا ہے۔خوشی کی بات ہے کہ اہل قلم حضرات اس موضوع کو بھی برابر اختیار کرتے رہے ہیں اور حسن نیت کے ساتھ لکھنے والوں کا جذبہ بھی ان کی تحریر میں شریک ہوتا رہا ہے ایسی کتابیں جو نیک اور صالح لوگوں اور بزرگ شخصیتوں کے حالات پر مشتمل ہوں بڑی لائق قدر ہیں‘‘

تاریخی کتب ولائبریریوں کو کھنگھالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ علماء گجرات میں کس قدر علمی صلاحیت تھی انہوں نے اپنے علم کو دوسروں تک منتقل کرنے کیلئے صرف درس وتدریس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کتابیں بھی خوب لکھیں شعروشاعری کا بھی ذوق تھا۔یہی وجہ ہے کہ شاید ہی کوئی کتب خانہ ان کے علمی کارناموں سے خالی ملے۔علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ، مولانا شاہ وجیہ الدینؒ اور مولانا شیخ علی مہائمیؒ گجرات کے آسمان پر ایسے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے جن کے علمی کارناموں کی شعاعیں ابھی تک پرتوفگن ہیں۔گجرات میں شاید ہی کوئی دوسری ذات بابرکات ان کے مدمقابل نکلے۔لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مؤخر الذکر دونوں بزرگ کے علمی وکارناموں سے گجرات کے باہر کے لوگ بہت کم واقف ہیں،اس کی وجہ یہی رہی کہ علامہ طاہر پٹنی پر اہل علم نے جس قدر توجہ دی علامہ شاہ وجیہ الدین اور شیخ علی مہائمی وغیرہؒ پر اتنی توجہ نہیں دی گئی اس لئے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ ان کے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے اسی مقصد سے علامہ شاہ وجیہ الدین علویؒ اور شیخ علی مہائمیؒ کی تصنیفات کا قدر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

’یاد ایام‘ میں حضرت علامہ حکیم سید عبدالحئی لکھنویؒ نے جن علماء متقدمین کا مختصر تعارف کیا ہے اس لئے انہیں بھی ضرورتاً شامل کیا گیا ہے،ان کے علاوہ 20ویں صدی کے ان مایہ ناز علماء جن کی خدمات جلیلہ کی دنیا قائل ہے اور وہ اس دنیا سے ملک

عدم سدھار چکے ہیں ان کے تعارف وخدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس صدی کے باحیات مشاہیر علماء کرام جو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر تاریخ رقم کر رہے ہیں کہ ان خدمات سے عامۃ المسلمین کو متعارف کرانا اس لئے ضروری ہے تا کہ علماء کرام کی نئی کھیپ اور جدید نسل ان کے طریقہ کار کو اپنا لیں، ان کے عزم واستقلال سے سبق حاصل کرکے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں، اسی جذبہ صادق سے قوم اور دین کی خدمت انجام دیں اور دنیا کیلئے آئیڈیل ونمونہ بن جائیں کہ یہی زیست کا ماحصل ہے۔

اس مردم خیز صوبہ سے وابستہ علماء میں حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی، مفتی احمد دیولا، مفتی عبداللہ پٹیل مظاہری، مولانا عبداللہ کاپودروی، مولانا محمد ابراہیم مظاہری، قاری اسماعیل بسم اللہ اور مولانا غلام محمد وستانوی، مفتی عباس بسم اللہ، مفتی احمد خانپوری، مولانا شبیر احمد قاسمی، مولانا قاری رشید احمد اجمیری اور قاری عبدالحمید پانولی وغیرہ الحمدللہ موجود ہیں اور اپنی خدمات سے قوم وملت کی حسب استطاعت آبیاری کررہے ہیں۔ درس وتدریس، صلاحیت وقابلیت، تحقیقات وتصنیفات اور سماجی وفلاحی امور میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اپنی ریاست اور اس کے باہر ملک وبیرون ملک علم و معرفت کی قندیلیں روشن کئے ہوئے ہیں جس سے اپنے پرائے اور ضرورت مند سبھی برابر سے فیض یاب ہورہے ہیں۔ اس لئے ان علماء کرام کا تذکرہ ناگزیر ہے۔

ذکر اَقائماً کی یہی انفرادی خصوصیت ہے۔ مقالہ میں شامل علماء حضرات کے علاوہ اور بھی قابل ذکر علماء ہیں مگر ان تک ہم نہیں پہنچ سکے یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ انسان خطا ونسیان سے مرکب ہے اس لئے غلطی وکوتاہی کے سرزد ہونے کا قوی امکان ہے۔ علماء اور اہل علم ودانش سے امید واثق ہے کہ وہ ہماری غلطیوں کو یونہی نظرانداز نہیں کریں گے بلکہ احسان کرتے ہوئے مطلع فرمائیں، تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی

اصلاح ممکن ہوسکے۔ علماء ومحققین کی مجلس کو آراستہ کرنے پر میں عالمی رابطہ ادب اسلامی کے ذمہ داروں اور جامعہ علوم القرآن جمبوسر کے سربراہ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب مدظلہ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس موقع پر ادب اسلامی کے اس مؤقر کارواں کے محرک اعلیٰ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے نہ صرف اس بزم کو منظم کیا بلکہ عالمی سطح پر اس کی خدمات کو متعارف اور اس کی پیش رفت کو رفتار عطا کیا۔ خوشی کی بات ہے کہ حضرت مولاناؒ علی میاں کے اس مشن کو لے کر ان کے بہترین جانشین مدبر اسلام حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی بحسن وخوبی آگے بڑھ رہے ہیں۔ علاوہ ازیں مخدوم گرامی حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مہتمم ندوۃ العلما لکھنؤ، حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نواسۂ شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ وامین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا اقبال احمد ندوی غازی پوری انچارج عالمی رابطہ ادب اسلامی لکھنؤ کے علاوہ اپنے تمام محبین ومخلصین کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طرح کا تعاون پیش کیا۔

سورج تارے چاند کا درپن صحرا صحرا گلشن گلشن
دیپ اسی کے دیکھے روشن صحرا صحرا گلشن گلشن گائے

مفتی محفوظ الرحمن عثمانی
بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سپول، بہار

٢٧ رجب المرجب ١٤٣١ھ
مطابق مورخہ ١٠/٧/٢٠١٠ء

گجرات کوعلم ومعرفت اورتہذیب وتمدن کے علاوہ دیگر اہم اور وجوہات سے بھی امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔ ہر عہد میں یہ صوبہ اپنی غیر معمولی انفرادیت کے سبب توجہ کا مرکز رہا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ اور مؤرخین کے سفر ناموں کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کی یہ وہ واحد ریاست ہے جہاں اصحاب رسول ﷺ کے قدم مبارک سب سے پہلے پڑے ہیں۔

گجرات میں صحابہ کرامؓ کی آمد اور ان کے نقوش جاوداں کے حوالے سے متعدد مورخین نے سیر حاصل بحث کی ہے اور معتبر شواہد وثبوت سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ تاریخ کے سابق صدر اور معروف تاریخ داں پروفیسر خلیق احمد نظامی رقم طراز ہیں:

> ’’گجرات صدیوں تک علم وفن کا مرکز، ارباب ہنر کا گھوارہ، ارشاد وتلقین کا سرچشمہ، اقتصادی زندگی کی شہ رگ اور ایک سرگرم تجارتی منڈی رہا ہے، روحانی اور مادی زندگی کی ساری نعمتیں یہاں جمع ہوگئی تھیں۔ بعض اعتبار سے تو ہندوستان کے قرون وسطیٰ کی تاریخ میں اسے پورے ملک میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، ہندوستان کا یہی وہ علاقہ تھا جس کے سرسبز پہاڑوں پر سب سے پہلے مسلمانوں کی نگاہ پڑی تھی، ارض ہند سے عربوں کے تعلق کی ابتدا اسی خطۂ زمین سے ہوئی، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں عربوں نے سواحل گجرات پر قدم رکھا، کوئی تعجب نہیں کہ کچھ صحابہ یہاں آئے ہوں اور اس سرزمین میں آسودۂ خواب ہوں‘‘(۱)

(۱): ’’یادایام‘‘ یعنی مختصر تاریخ گجرات ص ۱۱-۱۲۔

پروفیسر نظامی کے اس دعویٰ کی صداقت پر اس لئے یقین ہے کہ علامہ حکیم سید عبدالحیٔ حسنیؒ (۱۹۲۳ء-۱۸۶۹ء) نے بھی سرزمین گجرات پر صحابہ کرامؓ کی آمد کی تصدیق فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''رسول اکرم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے صرف پانچ برس بعد یعنی ۱۵ھ میں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بحرین وعمان کی حکومت پر عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ کو نامزد فرمایا جن کا شمار صحابی رسول ﷺ میں تھا۔ انہوں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کے ساتھ اپنے بھائی حکم بن ابی العاصؓ کو بحرین کی حکومت پر نامزد کرکے حکم دیا کہ وہ ہندوستان پر فوج کشی کریں۔ اس کے بعد حضرت حکمؓ نے بذریعہ کشتی اپنی فوج کے ہمراہ گجرات کے ساحل پر قدم رکھا۔ ہندوستان کی سرزمین میں سب سے پہلے گجرات کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اس خدائے یکتا پر ایمان لانے والوں کا، اسی ایک ہستی کو وحدہ لاشریک لہٗ جاننے اور اسی کو قادر مطلق اور مُصَّرف الامور ماننے والوں کا پاک قدم پہلے اسی سرزمین پر پڑا اور اسی سرزمین کے دشت وجبل ہندوستان میں سب سے پہلے اللہ اکبر کے نعروں سے گونجے''

آگے رقم طراز ھیں: ''اس حملہ میں جن سعادت مندوں کو مرتبۂ شہادت نصیب ہوا ان میں غالباً وہ انفاس قدسیہ بھی تھے جنھوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال آرا دیکھا تھا، اور آپ کی پاکیزہ صحبت و روحانی تعلیم سے بھی مستفید ہوچکے تھے۔ ان فدائیان اسلام کی قدسی

صورتیں اسی سرزمین کے آغوش میں گنج بے رنج کی طرح مدفون ہوئیں، اگرچہ ہم کو اس کنزمخفی کا پتہ نہیں ہے مگر یہ یقینی ہے کہ بمبئی اور بھروچ کے گردونواح میں یہ خزانہ سپردخاک ہوا ہوگا''۔(۱)

اسلامی فتوحات سے قبل بھی ہندوستان کے جس علاقہ سے عرب سب سے زیادہ متعارف تھے وہ ریاست گجرات ہے۔ عرب سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے اس کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے مصنف مسعودی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

''سندھ اور ہندوستان کے راجاؤں میں راجہ بلہرا کی طرح مسلمانوں کو اور کسی حکومت میں عزت حاصل نہیں ہے، اسلام اس راجہ کی سلطنت میں محفوظ اور معزز ہے، اس کے ملک میں مسلمانوں کی نماز پنجگانہ کی مسجدیں اور جامع مسجدیں ہیں، جو آباد ہیں''۔(۲)

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ گجرات کے راجہ نے (عرب تاجروں کیلئے جو ساحلی علاقوں میں آباد ہوگئے تھے) مسلمان قاضی مقرر کئے تھے جو ''ہنرمن'' کہلاتے، تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے کہ گجرات میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے سے قبل مسلم آبادی اور اس کے ثقافتی ادارے وجود میں آگئے تھے۔ گجرات کے لئے یہ بات بھی قابل فخر اور باعث مسرت ہے کہ ریاست کے ضلع بھروچ میں ۴۳۰ھ بمطابق ۱۰۳۸ء میں ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آیا جو ''مدرسہ مولانا اسحاقؒ'' کے نام سے معروف ہوا۔ اسی ضلع میں ۴۵۸ھ مطابق ۱۰۶۵ء میں

(۱) ''یادایام''، ص ۴۴-۴۵

(۲) دیکھئے ''مروج الذہب ومعادن الجوہر''، مصنف: مسعودی ۳۴۶ھ-۹۵۷ء

بھروچ کی جامع مسجد تعمیر ہوئی تھی۔

فن حدیث کا پہلا مصنف

گجرات کو دوسرا شرف یہ حاصل ہے کہ فن حدیث کا پہلا مصنف بھی اسی سرزمین کی آغوش میں پیوند خاک ہے۔ ۱۵۹ھ میں عباسی خلیفہ المہدی باللہ نے عبدالملک بن الشہاب المسمعی کو جہاد کے لئے روانہ کیا تو اس کے ہمراہ ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی البصری بھی تھے جنہیں تابعی ہونے کا شرف حاصل تھا اور یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فن حدیث میں کتاب تصنیف کی تھی۔

"هُوَ أَوَّلُ مَن صَنَّفَ في الاسلام(۱)

عبدالملک نے فتح حاصل کرنے کے بعد واپسی کا ارادہ کیا مگر وہ زمانہ دریا کے چڑھاؤ کا تھا اس لئے انہوں نے کچھ دنوں مزید قیام کرنا مناسب سمجھا، اسی دوران ہوا میں عفونت پیدا ہوئی اور تقریباً ایک ہزار افراد اس وبا کا شکار ہوئے۔ ان شہداء میں ربیع بن صبیحؒ بھی شامل تھے اس لئے یہیں سپرد خاک ہوگئے۔ مؤرخین کے بقول یہ دوسرا شرف گجرات کو حاصل ہے کہ ایسا عظیم شخص اس کی آغوش میں خوابیدہ ہے جو فن حدیث کا پہلا مصنف ہے اور صاحب 'کشف الظنون' کی رائے میں مسلمانوں میں پہلا شخص ہے جس نے کتاب تصنیف کی ہے۔ ان کے حلقۂ تلامذہ میں امام سفیان ثوریؒ، امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، امام وکیع بن جراحؒ، امام علی بن عاصمؒ جیسے ائمہ دین اور علماء عظام شامل ہیں۔

علاوہ ازیں ہندوستان میں بخاری شریف کی سب سے قدیم شرحیں

(۱) دیکھئے "کشف الظنون

'مصابیح الجامع فی شرح صحیح البخاری 'از بدرالدین محمد بن ابوبکر اور فیض الباری فی شرح صحیح البخاری مصنف سید عبدالاول بن علاء الحسینی گجرات میں ہی لکھی گئی تھیں۔ یہاں علامہ شمس الدین سخاوی، علامہ ابن حجر مکی وغیرہ کے تلامذہ کافی تعداد میں آکر آباد ہوگئے تھے اور انہوں نے علم حدیث کی ترویج و اشاعت میں اپنی پوری زندگی بسر کردی تھی۔ یہاں کی درسگاہیں اور خانقاہیں ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ہند سے علم ومعرفت کے شیدائیوں کو کھینچتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ سولہویں اور سترہویں صدی میں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گجرات دینی وثقافتی زندگی کا مرکز ہوگیا تھا اور شاید ہی کوئی دینی یا علمی شعبہ ایسا ہو جس کے متبحّر علماء یہاں موجود نہ تھے۔ بقول علامہ سید عبدالحئی حسنیؒ کہ "علوم وفنون میں اگر گجرات شیراز تھا، تو حدیث کی خدمات کے لحاظ سے یمن میمون سے مماثلت رکھتا تھا"۔

یہاں ایک امر قابل غور ہے کہ علماء اور مؤرخین کی ایک بڑی تعداد نے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کو ہندوستان میں علم حدیث کی نشر واشاعت کا پہلا عالم قرار دیا ہے۔ مگر سچائی یہ ہے کہ حضرت شیخ کی ولادت سے قبل ہی گجرات میں شیخ الاسلام زکریاؒ، شمس الدین سخاویؒ اور علامہ ابن حجر مکیؒ کے تلامذہ کی درسگاہیں آباد تھیں اور تشنگان حدیث ان سے سیراب ہورہے تھے۔

گجرات میں مشاہیر علماء متقدمین نے علم ومعرفت کی جو قندیلیں روشن کی تھیں ان کی لَو آج بھی باقی ہے۔ ہر زمانے میں اس سرزمین پر علماء کی ایک جماعت ایسی رہی ہے جس نے اپنے اکابر علماء ومشائخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علوم وفنون کی حتی المقدور آبیاری کی۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم وثقافت کے ہر شعبے میں ان کی خدمات اور کارناموں کی جھلک موجود ہے۔ کوئی دور ان کے علمی وعملی کارناموں سے خالی نہیں۔

تعلیم کے ساتھ دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی علماء گجرات نے جس ذمہ داری ولگن سے خدمت کی وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ تاریخ ان کی جدوجہد وقربانی کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ علماء متقدمین کے نقوش وباقیات کی 20 ویں صدی کے علماء نے نہ صرف حفاظت کی بلکہ ان گراں قدر خدمات کو آنے والی نسلوں تک پہونچانے کی اپنی دینی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ آئندہ سطور میں ہم نے انہیں علماء کی خدمات وکارنامے کو اپنے مقالہ میں شامل کیا ہے۔ 20 ویں صدی کے علماء گجرات کی خدمات پر باضابطہ کوئی کام نہیں ہوا ہے اس لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ بیسویں صدی کے کثیر التصانیف اور ماہرفن علماء کی زندگی کے حالات اوران کے کارناموں کو یکجا کیا جائے۔ اس خیال نے مشاہیر علماء گجرات کی کاوشوں کی جانب توجہ مبذول کرائی۔

اس سے قبل کہ ہم بیسویں صدی کے چندممتاز علماء کرام کی علمی خدمات پر روشنی ڈالیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین پر پہلے قدم رکھنے والی جلیل القدر شخصیات کا سرسری طور پرذکر کردیں۔ یادایام کے مصنفؒ نے گجرات کے جن صاحب تصنیف علماء کا ذکر کیا ہے ان میں شیخ احمد کھتو، شیخ علی مہائمی، مفتی رکن الدین، مولانا راجح بن داؤد قاضی جگن، مولانا علاء الدین، شیخ حسن محمد، مولانا محمد بن طاہر پٹنی، مفتی قطب الدین، علامہ وجیہ الدین علوی، قاضی علاء الدین، قاضی برہان الدین، مولانا صبغۃ اللہ، شیخ عبدالقادر، محمد بن عمر آصفی، مولانا احمد کردی، مولانا محمد زید، سید محمد رضوی، شیخ جمال الدین، مولانا نورالدین، مولانا خیرالدین اورمولانا ولی اللہ شامل ہیں۔ ان علماء کرام میں بھی جن کواپنی علمی خدمات کے سبب زیادہ شہرت حاصل ہوئی ان میں شیخ علی مہائمی، علامہ محمد بن طاہر پٹنی اور علامہ وجیہ الدین علوی قابل ذکر

ہیں۔ علمی کارناموں کی شعائیں ابھی تک پرتوفگن ہیں، گجرات میں شاید ہی کوئی دوسری ذات بابرکات کے ان مدمقابل نکلے۔ قابل ذکر یہ ہے کہ علامہ طاہر پٹنی کے علمی کارناموں پر جس قدر توجہ دی گئی حضرت شاہ وجیہ الدین کی طرف اتنی توجہ نہیں دی گئی اس لئے ان کی تصنیفات سے بہت کم واقف ہیں، اس لئے ان کے حالات وخدمات کو قدر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

شیخ مخدوم علی مہائمی

شیخ علاء الدین علی بن احمد المہائمی گجرات کے سرمایہ ناز ہیں۔ آپ کی ولادت ۷۷۶ھ میں ہوئی۔ ''یادایام'' کے مصنف حضرت مولانا حکیم سید عبدالحئ حسنیؒ نے شیخ کے متعلق لکھا ہے کہ ''ان کا وجود کہیں اور ہوا ہوتا تو ان کی سیرت پر کتنی کتابیں لکھی جاچکی ہوتیں اور فخریہ لہجہ میں مؤرخین ان کی داستانوں کو دہراتے''۔ شیخ مہائمی کے مفصل حالات نہیں معلوم ہوسکے البتہ ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کافی اہمیت کی حامل ہیں۔

''**تبصرۃُ الرحمن و تیسرُ المنان**'' یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں التزام کے ساتھ قرآن پاک کی تمام آیات کریمہ کے باہم مربوط ہونے کو ایسے دل نشیں طریقہ سے بیان کیا ہے جس کو پڑھ کر انسانی ذہنوں کے دریچے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ ان کی دوسری کتاب ''**اِنعام المَلِک العَلام**'' ہے۔ شیخ کی وفات ۸۳۵ھ میں ہوئی۔ مہائم میں ان کی قبر آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ کی گراں قدر تصانیف کے حوالہ سے جو مقالہ ممبئی آل انڈیا کانفرنس میں پڑھا گیا تھا اسے من عن زیرتحریر لانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کتب خانہ

حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں حضرت مہائمیؒ کی مشہور کتاب؛ (تبصیر الرحمن وتیسیر المنان) کے تین مخطوطے ہیں جن میں سے ایک مکمل ہے دوسرا نصف آخر پندرہ پاروں پر مشتمل ہے اور تیسرے نسخے میں صرف سورۃ الفاتحہ کی تفسیر ہے جنہیں آئندہ علی الترتیب الف، ب، اور ج سے یاد کیا جائے گا۔

الف اور ب میں علی الترتیب شروع میں اور آخر حضرت مہائمیؒ کے حالات و تصنیفات پر عربی میں ایک مختصر نوٹ ہے۔ تصنیفات کی طویل فہرست ہے لیکن آخر میں لکھا ہے کہ (ولہ تصانیف غیر ذالك) یعنی اس کے علاوہ بھی آپ کی تصانیف ہیں علاوہ بریں نوٹ کے مطابق آپ نے قصیدۂ رائیہ کی شرح لکھی تھی جو اب دستیاب نہیں، قصیدۂ رائیہ حرمت سماع میں تھا۔ مگر آپ نے ردتحریم سماع پر شرح لکھی اور مُدلل طریقے سے سماع کی اجازت دی۔ نوٹ یوں ہے۔

شرح القصیدة الرائیة لتحریم السّماع شرحاً عجیباً وردّلتحریم السّماع واجاز السّماع بدلائل۔

آپؒ کی ایک اور تصنیف کا پتہ چلتا ہے جس کا ذکر فاضل مصنف اصلاحی صاحب نے نہیں کیا اور وہ ہے (تنویرُ الجنان)

نسخہ الف کے کاتب محمد بن فاضل ہیں انہوں نے یہ نسخہ ۱۱۵۹ھ میں انتساخ کیا کاتب نے دوسرے ورق پر ان تمام کتابوں کے نام کے مخففات ان کے مصنفین کے نام کے ساتھ درج کئے ہیں۔ جن میں سے زیر نظر مخطوطہ کے حاشیہ میں اقتباسات اور تالیقات ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ (تنو) مخفف ہے تنویر الجنان کا جس کے مصنف حضرت مہائمیؒ ہیں۔ یہ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر ہے۔ عبارت یوں ہے

تنو-تنویر الجنان تفسیر الفاتحہ لامصنف،،

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مہائمیؒ نے تبصیر الرحمٰن کے علاوہ سورۃ الفاتحہ کی ایک اور مستقل تفسیر بھی لکھی تھی اور یہ تفسیر سورۃ الفاتحہ کی اس تفسیر سے مختلف تھی جو انھوں نے تبصیر الرحمٰن میں لکھی ہے۔

تبصیر الرحمٰن کے نسخہ الف میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ورق ۳۸ سے ۶۴ تک پھیلی ہوئی ہے اور کاتب نے حاشیہ میں جا بجا تنویر الرلجنان سے اقتسابات نقل کئے ہیں اسی طرح تبصیر الرحمٰن کے نسخہ ج میں بھی جو صرف سورہ فاتحہ پر مشتمل ہے حاشیہ میں جگہ جگہ (تنو) سے اقتباسات درج ہیں۔ حالانکہ یہاں اس کی وضاحت نہیں کی گئی کہ تنو، کس کا مخفف ہے لیکن اب اسکی توضیح نسخہ الف سے ہوجاتی ہے۔

تفسیر هذه الا یة فات من المصنف ایک مخطوطے سے پتہ چلتا ہے کہ تبصیر الرحمٰن میں ایک آیت کی تفسیر لکھنا حضرت مہائمیؒ بھول گئے یا کسی وجہ سے چھوٹ گئی اس کے کاتب محمد بن فاضل نے ۱۱۶۵ھ میں شرح فصوص الحکم انتساخ کی تھی۔ کتب خانہ حضرت پیر محمد شاہؒ احمد آباد میں اس کا نمبر ۴، ۲، ۸ ہے اس نسخہ میں وہ اپنے متعلق لکھتے ہیں:

انا العبد المفتقرا لی اللّٰہالغنی محمد بن فا ضل بو هره المشهور بظهور من حضرت سید ی و مو لا ئی و مر شد ی حضر ت شاہ پیر محمد شاه الحسنی الحسینی القا دری ا لبیجا پوری۔

اس سے معلوم ہوا کہ کاتب محمد بن فاضل ظہور کے نام سے مشہور تھے اور مرحوم مولانا ابوظفر ندویؒ صاحب نے تذکرہ اقدس میں ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ تذکرہ اقدس حضرت پیر محمد شاہ صاحبؒ کی سوانح عمری ہے۔ جناب عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ نوہ المشرق

والمغرب الخ کی تفسیر کسی وجہ سے تبصیر الرحمٰن میں رہ گئی ہے۔اب ایسی ہی ایک اور آیت کا پتہ چلتا ہے۔

تبصیر الرحمٰن کے مخطوطہ ''ب'' کے کاتب باوابن شیخ مخدوم حسن ہیں۔سن کتابت نہیں ملتی۔نسخہ الف اور نسخہ ب کے علی الترتیب ورق نمبر ۱۰۳۰ اور ۶۲ پر یہ مختصر عربی عبارت حاشیہ میں درج ہے۔

تفسیر ھذہ الایات فاتَ من المصنف فکتب تفسیرھا

مولاناحسن محمدبن میاں جیوغفراللہ لہٗ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی وجہ سے مندرجہ ذیل آیت کی تفسیر مصنف سے چھوٹ گئی تھی تو مولانا حسن محمد میاں جیو نے اس کو لکھا۔

زیرِ نظر آیت سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۴۶ ہے۔

ھوالذی جعل لکم اللیل لباساً والنوم سباطاً وجعل النھار نشوراً

وھوالذی ارسل الریاح" الیٰ اٰخرالایۃ۔

ریاست بھوپال کے مدارالمہام مولانا محمد جمال الدین صاحب نے تبصیر الرحمٰن شائع کی ہے اس مطبوعہ تبصیر الرحمٰن میں بھی مخطوطات کی طرح سورۃ فرقان کی متذکرہ بالا آیت کے اوّل آخر کوئی تفسیر نہیں ملتی جس سے مخطوطہ کے بات کی تائید ہوتی ہے۔

مولاناحسن محمد میاں جیوچشتیؒ متوفی ۹۸۲ھ احمد آباد میں چشتیہ سلسلہ کے جوجلیل القدر اولیاء گذرے ہیں آپ ان میں سے ایک ہیں۔

حضرت مہائمیؒ نے جس طرح اپنی تفسیر تبصیر الرحمٰن میں آیت اور سورۃ ماقبل ومابعد میں معنوی تسلسل وارتباط قائم کیا ہے۔اسی طرح حضرت حسن محمد بن میاں

صاحب چشتیؒ نے بھی اپنی تفسیر ''المحمدی''میں آیات وسورہ کے درمیان معنوی ارتباط قائم کیا ہے۔اس کا ایک نسخہ سالار جنگ۔حیدرآباد میں ہے جو ناقص ہے کیونکہ صرف پندرہ پاروں پر مشتمل ہے لیکن المحمدی،کا مکمل اور خوبصورت نسخہ عربک اینڈ پرسین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک راجستھان میں ہے۔جس طرح حضرت مہائمیؒ نے اپنی تفسیر میں بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم کی تفسیر ہر بار ایک نئے پیرایہ میں کی ہے اسی طرح حضرت حسن محمد چشتیؒ نے بھی سورہ فرقان کی محولہ بالا آیت کی جو تفسیر اپنی کتاب المحمدی میں لکھی ہے وہ تبصرالرحمٰن کی اسی آیت کی تفسیر ہے اور اس کی تفسیر سے مختلف ہے طوالت کے خوف اور عربی عبارت ہونے کی وجہ سے یہاں نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا لیکن اس تمہید سے بتانا یہ مقصود ہے کہ حضرت حسن محمد صاحب چشتیؒ کا اس طرح چھوٹی ہوئی آیت کی تفسیر لکھنا عین قرینِ قیاس ہے۔اگرچہ ان کی یہ تفسیر تبصیر الرحمٰن کا جزو نہ بن سکی کیوں کہ کاتبوں نے بھی اسے حاشیہ ہی میں نقل کیا ہے۔علاوہ ازیں-**استجلاءُ البصر فی الرد علی استقصاء النظر لابن مطھر الحلی، النور الاظھر فی کشف القضاء والقدر اور اس کی شرح الصُنوءُ الازھر فی شرح النور الاظھر، اجلۃُ التائید فی شرح ادلۃ التوحید** وغیرہ ہیں۔

مولانا مفتی رکن الدینؒ

مفتی رکن الدین بن حسام الدین ناگوری نہروالہ کے مفتی تھے،فقہ واصول فقہ میں ان کا درجہ بہت بلند تھا،قاضی القضاۃ جمال الدین بن محمد اکرم گجراتی کی فرمائش سے فتاویٰ''حمادیہ'' تصنیف کی جوفقہ حنفی کی بہت مشہور کتاب ہے۔۲۰۴ کتابوں کو پیش

نظر رکھ کر اس کتاب کو تصنیف کیا تھا، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں اس کے حوالے جا بجا موجود ہیں، افسوس ہے کہ ایسے جلیل القدر مصنف کے حالات تاریکی میں ہیں اور سنہ وفات بھی ان کا معلوم نہیں ہوسکا۔

مولانا راجح بن داؤدؒ

مولانا راجح بن داؤد گجراتی بڑے زبردست عالم تھے، علامہ سخاویؒ نے ''الضوء اللامع'' میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی جودۃ فہم کی تعریف کی ہے، لکھا ہے کہ علماء گجرات سے علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد مکہ معظّمہ آئے، مجھ سے ۸۹۴ھ میں ملاقات ہوئی معقول ومنقول میں دستگاہ کامل رکھتے تھے اور شعر اچھا کہتے تھے۔ میں نے ان کو الفیۃ الحدیث کی شرح پڑھائی اور اجازت دی، افسوس ہے کہ ایسے باکمال شخص کی تصنیفات سے ملک محروم ہے، ان کی کوئی بھی کتاب دستیاب نہیں ہے۔ مولانا راجح بن داؤد کی وفات ۹۰۴ھ میں احمد آباد میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے مگر اب کوئی نہیں جانتا کہ ان کی قبر کہاں ہے؟

مولانا قاضی جگنؒ

قاضی جگن گجرات کے بہت بڑے عالم تھے، مگر ان کا نام ونسب تک معلوم نہیں۔ کشف الظنون میں تحریر ہے کہ قاضی جگن گجرات کے قصبہ کن میں رہتے تھے۔ اس سے بڑی افسوس کی بات کیا ہوگی کہ ایک شخص قسطنطنیہ میں بیٹھ کر یہ بتائے کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے اور گجرات والے اتنا بھی نہ جانتے ہوں، فقہ حنفی میں ان کی کتاب ''خزانۃ الروایات'' بہت مشہور کتاب ہے مگر علمائے احناف اس کی روایتوں کو

معتبر نہیں سمجھتے، تقریباً ۹۲۰ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

مولانا علاء الدینؒ

ابوالعباس علاء الدین احمد نہروالے بڑے جلیل القدر محدث تھے، علامہ عزالدین عبدالعزیز بن فہد اور حافظ نورالدین ابوالفتوح شیرازی وغیرہ ائمہ حدیث سے ان کو اجازت تھی، جب تک زندہ رہے اپنے اوقات کو درس وافادہ میں مصروف رکھا اور ۹۴۹ھ میں وفات پائی۔

مولانا عبدالملکؒ

مولانا عبدالملک عباسی کا شمار ان محدثین کرام میں ہے، جنہوں نے ساری عمر اسی فن حدیث کی خدمت میں صرف کی، انہوں نے اپنے بھائی مولانا قطب الدین سے حدیث پڑھی تھی، اور علامہ سخاویؒ سے استفادہ کیا تھا، صحیح بخاری ان کو لفظ ومعنی یاد تھی ایک مؤرخ نے ان کی نسبت سے لکھا ہے:

''وہ قرآن شریف اور صحیح بخاری کے (لفظاً ومعناً) حافظ تھے، اور اپنی یاداشت سے درس دیتے تھے ان کے زمانہ میں توکل وتجرید میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا، مولانا عبدالملک کی وفات ۹۷۰ھ میں ہوئی۔

مولانا مفتی قطب الدینؒ

مفتی قطب الدین محمد نہروالے گجرات کے ان علماء کرام میں تھے جن پر سب کو فخر ہے۔ مفتی صاحب عظیم محدث اور ادیب تھے، اپنے والد مولانا علاء الدین احمدؒ سے علم حاصل کرکے مکہ معظّمہ گئے اور شیخ احمد بن محمد العقیلی النویریؒ ومحدث یمن

عبدالرحمٰن بن علی دبیعؒ سے حدیث پڑھی، نورالدین ابوالفتوح شیرازیؒ سے ان کو بھی صحیح بخاری کی سند حاصل تھی جو قلت وسائط کی وجہ سے حجاز و یمن میں بہت مقبول ہوئی ہے ان کو حرم شریف میں درس دینے کا شرف حاصل ہوا اور ہندی ہونے کے باوجود شرفاء مکہ مکرمہ کے میر منشی قرار دیئے گئے قاضی شوکانی **البدر الطالع** میں رقم طراز ہیں ''قطب الدین بہت بڑے فصیح تھے ان کی کتاب ''البرق الیمانی'' کو دیکھ کر ان کی فصاحت کا ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے۔

البرق الیمانی ان کی ایک کتاب کا نام ہے جس میں دولت عثمانیہ کے تسخیر یمن کی تاریخ لکھی ہے۔اس کے علاوہ آپ کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف ''**الاعلام باعلام بیت الله الحرام**'' ہے۔ان کتابوں کے علاوہ دوسری تصنیفات کا بھی ذکر ملتا ہے۔مفتی قطب الدین نے ۹۹۹ھ میں وفات پائی۔

مولانا صبغۃ اللہؒ

مولانا صبغۃ اللہ بن روح اللہ الحسینی بھروچ کے رہنے والے اور علامہ وجیہ الدین کے شاگرد رشید تھے، مدتوں بھروچ میں اور کچھ عرصہ تک احمد نگر و بیجاپور میں علوم و فنون کی اشاعت کی اس کے بعد حجاز پہونچے، حج و زیارت سے فارغ ہوکر جبل احد پر قیام فرمایا اور ساری زندگی اسی پہاڑ پر بسر کردی، علماء حرمین نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ان کے فضل و کمال سے پورا فائدہ اٹھایا، شیخ احمد بن عبدالقدوس الشناوی ابوبکر بن قعود النسفی، محمد بن عمر بن محمد الحضرمی اور شیخ عبدالعظیم المکی جیسے نامور ان کے شاگرد ہوئے۔انہوں نے تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا ہے جو بلاد روم تک پہونچا اور علماء نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اس کے سوا ان کی اور بھی تصنیفات ہیں جو علماء عرب کی فرمائش سے

لکھی ہیں، محمد بن فضل اللہ محبی نے خلاصہ **الاثر فی عیان القرن الحادی عشر** میں ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور شیخ نجم الدین غزّی نے **لطف السمر وقطب الثمر** میں ان کی بڑی مدح و ثناء کی ہے انہوں نے ۱۰۱۵ھ میں وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

مولانا شیخ عبدالقادرؒ

شیخ عبدالقادر بن سید شیخ حضرمی گجرات کے مشہور عالم و مصنف و صاحب سلسلہ تھے، ان کا کتب خانہ نہایت ہی عالیشان تھا، ان سے علامہ جمال الدین محمد شامی، شیخ محمد بن عبدالرحیم، احمد بن ربیع بن احمد سنباطی، حسن بن داؤد کوکنی رحمھم اللہ و دیگر علماء کرام نے سندیں حاصل کی ہیں ان کی تصنیفات میں سے **الحدائق الخضرہ**، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبسوط کتاب ہے، **النور السافر فی عیان القرن العاصر**، تاریخ میں بڑی مفید تصنیف ہے ''الروض الاریض'' ان کے عربی دیوان کا نام ہے، ان کتابوں کے علاوہ ان کی مزید تصنیفات ہیں، محمد بن فضل اللہ محّبی نے خلاصہ الاثر میں ابوبکر شلّی نے **المشرع الروی**، میں مولانا عبدالحی مرحوم نے طرب الاماثل میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔۱۰۳۸ھ میں وفات پائی اور احمد آباد میں ہی مدفون ہوئے۔

مولانا احمد بن سلیمان احمد آبادیؒ

مولانا سلیمان الکرد، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔قادریہ سلسلہ سے تعلق تھا اسی لئے سلیمان قادری کہا جاتا ہے۔اور تذکروں میں بمشکل ان کا ذکر ملتا ہے مرأۃ احمدی اور فخر الاولیا میں ان کا مختصر ذکر ہے اور ان

کوصرف ایک کتاب ''فیوض القدس'' کا مصنف بتایا گیا ہے۔ مگر سچائی یہ ہے کہ مولانا احمدؒ کوتمام علوم مروجہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ حاوی فرع واصول اور جامع منقول ومعقول تھے۔ اکثر علوم وفنون میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ شیخ محمد نورالدین گجراتیؒ کے استاد تھے۔ گجرات میں انہوں نے علوم عقلیہ کوزیادہ مروج کیا۔ مولانا احمد کردیؒ الاصل تھے لیکن ان کی ولادت تقریباً ۱۰۳۰ھ سے قبل احمد آباد میں ہوئی۔

مولانا کسی مسلک کے پابند نہ تھے خودکومحقق سمجھتے تھے اور وضو میں پاؤں کا مسح بھی کرتے تھے اورانہیں دھوتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ قرآن مجید سے دونوں ثابت ہیں۔ ان کی تصانیف میں اسماء الرجال پر دوضخیم جلدیں عقائد میں فیوض القدس اور متداولہ علوم وفنون پر شرح وحاشیہ وتعلیقات شامل ہیں۔ فجرالاولیاء کے مصنف کے بقول اس خطبہ میں علوم عقلیہ کی گرم بازاری انہیں کے دم سے ہے۔

مختارالاختیار ان کی دوسری اہم تصنیف ہے۔ اس کتاب کے متعلق انہوں نے لکھا ہے'' ایک مدت سے میں مختلف فرقوں کے دلائل پر غور کررہا تھا۔ یہاں تک کہ پروردگار عالم نے میرے دل میں وہ بات ڈال دی جوحق ہے۔ لہٰذا میں نے پچھلے زمانے میں اس مسئلہ پر ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔

''مختارالاختیار'' اس مسئلہ کی تفصیل میں نے اس رسالہ میں کچھ اس طرح بیان کی ہے کہ ارباب عقول کی تسکین وترضیہ خاطر کا موجب ہے۔ اس میں ایک مقدمہ خاتمہ اورنوفصول ہیں''

فیوض القدس: اس کتاب کے تین نسخے ملتے ہیں ایک خانقاہ عالیہ چستیہ احمد آباد میں، دوسرا کولکاتا اور تیسرا ٹونک میں موجود ہے۔

یہ کتاب ۱۰۹۱ء میں تالیف کی گئی۔ یہ کتاب تالیف کے وقت سے ہی مشہور ہوگئی اور شہر کے علمانے اس کی تقریظ وتاریخ میں قطعات کہے۔

اس کتاب میں جگہ جگہ اورقدم قدم پر مصنف نے بطور انکسار تشکر یہ جملہ لکھا ہے۔ آخری عبارت جس کا مفہوم یہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں بعض جگہ اورمتکلمین کے آرا سے استفادہ کیا ہے اور کئی جگہ ایسے نکات بیان کئے گئے ہیں مبداء فیاض کے لطف وکرم سے ان کے دل میں القاء ہوئے اور دعاء کی ہے کہ خداوند کریم اس کتاب کومقلدین نہیں بلکہ محققین کے نزدیک مقبول بنائے۔

مولانا حکیم سید عبدالحئیؒ نے 'یاد ایام' میں مولانا احمد کا ذکر کیا ہے اور نزہۃ الخواطر میں بھی مگر دونوں جگہ مولانا احمدؒ کی سن وفات میں تسامح ہوئی ہے۔ یاد ایام میں لکھا ہے کہ مولانا احمد کی وفات ۱۰۸۷ھ میں جوغلط ہے کیوں کہ ۱۰۹۱ھ میں انہوں نے فیوض القدس تالیف کی مولانا کے ایک شاگرد مولانا نورالدین گجراتیؒ نے مولانا احمد کی تاریخ وفات یوں بیان کی ہے۔

''شمعی کہ بوداز انجمن علم گل شدہ''

اس مصرعہ سے سن وفات ۱۱۸۰ھ نکلتا ہے(۱)

مولانا محمد فریدؒ

مولانا محمد فرید علامہ محمد شریف کے خلف الرشید تھے، اپنے والد سے کتابیں پڑھیں اس کے بعد ہمہ تن درس وافادہ کی طرف متوجہ ہوئے اور تمام عمر اس میں صرف کردی یہ صاحب تصنیف بھی تھے، ''مطول' پر طائی کا مشہور حاشیہ ہے انہوں نے اس

(۱) دیکھئے گجرات کے مشاہیر علماء صفحہ ۱۱۷۔

پر حاشیہ چڑھایا۔ یہ کتاب بانکی پور پٹنہ میں خدا بخش لائبریری میں موجود ہے۔

مولانا سید محمد رضویؒ

سید محمد رضوی جعفر بن جلال بن محمد الحسینی الرضوی مخدوم جہانیاںؒ کی اولاد میں تھے، علم و شخصیت ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسل چلی آرہی تھی، انہوں نے اس کو زیادہ فروغ دیا اور اپنی ساری عمر تدریس و تصنیف میں صرف کی، قرآن شریف کی دو تفسیریں لکھیں، ایک عربی میں جلالین کے طرز پر، دوسری فارسی میں جو اس اعتبار سے نئی چیز ہے کہ اس میں اہل بیت علیہم السلام کی روایت سے تفسیر کی ہے، ان دونوں تفسیر کے علاوہ مشکوٰۃ المصابیح کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام ''**زینة النكاة فی شرح المشكوة**'' ہے۔ مولانا سید محمد رضوی کی وفات ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔

مولانا شیخ جمال الدینؒ

شیخ جمال الدین رکن چشتی کمال الدین علامہ کی اولاد میں تھے اور بہت بڑے مصنف تھے، تقریباً تمام کتب درسیہ پر شروح و حواشی لکھے ہیں، **تفسیر بیضاوی، تفسیر مدارک، تلویح، حاشیہ خیالی شرح عقائد، مطول، مختصر قطبی، منہل شرح ملّا** وغیرہ لکھے ہیں، اور **فصوص عوارف، تعرف مثنوی معنوی** وغیرہ **کتب تصوف** کی شرحیں لکھیں ہیں، مولانا کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ۱۴۲ر بیان کی جاتی ہے۔ ۱۱۲۴ھ میں انہوں نے وفات پائی اور احمد آباد میں مدفون ہوئے۔

مولانا نورالدینؒ

مولانا نورالدین محمد صالح احمد آبادی کا شمار ان علماء میں ہے جنہوں نے اپنی

پوری زندگی علم کی خدمت میں فنا کردی اور دنیا کے عیش و آرام سے کوئی تمتع حاصل نہیں کیا، علامہ وجیہ الدین کے بعد گجرات میں باعتبار درس و تدریس و کثرت تصنیفات کے ان سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا۔ انہوں نے علامہ ممدوح کی طرح تمام کتب درسیہ کی شروح و حواشی لکھی ہیں، ان کے لئے اکرم الدین خاں صدر گجرات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کی لاگت سے ایک عالی شان مدرسہ تیار کیا اور مصارف مدرسہ کے لئے دیہات وقف کئے تھے، ان کی تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ر بیان کی جاتی ہے۔ قابل ذکر تصانیف میں ''**تفسیر القرآن**'' پورے قرآن مجید کی تفسیر، **التفسیر النورانی للسبع المثانی**، سورہ فاتحہ کی تفسیر، سورہ بقرہ کی تفسیر، حاشیہ تفسیر بیضاوی (اوائل) **نور القاری، شرح صحیح البخاری، الحاشیه القدیمه علی الحاشیة القدیمه، حاشیه شرح مواقف، حل المعاقد، حاشیه شرح مقاصد، حاشیه شرح مطالع، حاشیه تلویح، حاشیه عضدیه، المعوّل، حاشیه مطول، حاشیه شرح وقایه شرح ملا، حاشیه قطبی، شرح تهذیب المنطق، شرح فصوص الحلم** وغیرہ شامل ہیں۔ مولانا کی رحلت ۱۱۵۵ھ میں ہوئی اور وہیں مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

مولانا خیرالدینؒ

مولانا خیرالدین محمد زاہد سورتی دور آخر کے ان علماء میں تھے جو فضل و کمال میں اپنے اسلاف کی سچی یادگار سمجھے جاتے تھے، انہوں نے مولانا محمد بن عبدالرزاق سورتی سے تحصیل علم کرنے کے بعد حج و زیارت کا شرف حاصل کیا اور مدینہ طیبہ میں عرصہ تک قیام کر کے شیخ محمد حیاۃ سندی سے حدیث پڑھی وہاں سے آکر اس فن کی

خدمت میں عمر صرف کردی اور پورے پچاس برس تک تعلیم دیتے رہے۔

آپ صاحب تصانیف بھی تھے، **شواھد التجدید** کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو تصوف وسلوک میں ہے، سید مرتضیٰ زبیدی (درحقیقت بلگرامی) نے ''برنامہ'' میں ان کا ذکر کیا ہے۔ حجاز جاتے ہوئے وہ کچھ دنوں ان کے مدرسے میں قیام کرکے استفادہ کیا تھا۔ ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی آپ کا مزار سورت میں ہے۔

مولانا ولی اللہؒ

مولانا ولی اللہ سورتی اپنے پدر بزرگوار مولانا غلام محمد گجراتی کے شاگرد تھے، کتب درسیہ کے پڑھنے کے بعد حجاز چلے گئے اور وہاں عرصۂ دراز تک رہ کر شیخ ابوالحسن سندی سے حدیث پڑھی، واپس آکر سورت میں قیام فرمایا اور حدیث شریف کی خدمت میں مصروف ہوئے، انہوں نے ایک چھوٹا سا جہاز بنوایا تھا، اس کا نام سفینۃ الرسول رکھا تھا، غلبۂ شوق میں اسی پر سفر کرکے حج وزیارت سے مشرف ہوئے، ایک بار مولانا رفیع الدین مرادآبادیؒ کا بھی ساتھ ہوا تھا، انہوں نے اپنے سفرنامہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے، ان کی حدیث میں ایک کتاب ہے، **التشبیھات النبویہ فی سلوک الطریقۃ المصطفویہ**، اس میں سلوک راہ نبوت کا بیان ہے۔ ۱۲۰۷ھ میں انہوں نے وفات پائی اور سورت میں مدفون ہوئے۔

علامہ وجیہ الدین علویؒ

علامہ وجیہ الدین نصر اللہ علوی گجرات کے ان برگزیدہ علماء میں ہیں جن کے احسان سے اہل ہند کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے۔ شاہ صاحب کی ولادت ۲۲ر محرم ۹۱۰ھ کو بمقام نپانیر میں ہوئی ''لفظ'' شیخ سے آپ کی ولادت کی تاریخ نکلتی ہے۔ شاہ کا اصلی نام

سید احمد ہے، مگر دنیا وجیہ الدین کے نام سے جانتی ہے، انہوں نے خداداد ذہانت کے سبب محض سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور آٹھویں سال تجوید کے ساتھ مکمل قرآن پاک سنایا، اس کے بعد علوم متداولہ میں مشغول ہوئے اور اپنے چچا سید شمس الدین صاحبؒ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسم سے حدیث کا درس لیا اور تقریباً پندرہ سال کی عمر میں علامہ محمد بن ملکی سے حدیث کا اختتام فرمایا، آخر میں محدث ابوالبرکات بنبانی عباسی کو حدیثیں سنائیں۔

علوم عقلیہ محقق جلال الدین کے شاگر مولانا عماد الدین طارمی اور ابوالفضل مظہر الدین محمد گاوزرونی جیسے علامۂ عصر سے حاصل کئے۔ شاہ صاحب بیس برس کی عمر سے ہی تدریسی خدمت انجام دینا شروع کردیا تھا اور عمر کے آخر ایام تک احمد آباد میں فن معقولات ومنقولات کا درس دیتے رہے۔ شرح جامی سے لیکر تفسیر بیضاوی تک ۲۳ر کتابوں کے حواشی وشروح لکھے۔ آپ کی زندگی میں ہی احمد آباد سے لاہور تک ان کے شاگرد علمی ودینی خدمات میں مصروف ہوگئے تھے اور استاذ الاساتذہ کا منصب جلیل ان کو حاصل ہوگیا تھا۔

۲۹ر محرم ۹۹۸ھ میں انہوں نے رحلت فرمائی اور احمد آباد میں مدفون ہوئے۔ آپ کی قبر بھی زیارت گاہ خلائق ہے۔

شاہ صاحب کے مرقد پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں۔

مرتضیٰ خان فرید دریا دل
فیض وافی و رحمتِ شامل
عرش ہر طرح کردار ہمت
برسر قبر مرشد کامل

محو دیدار حق وجیہ الدین
آں بموت و حیات خود واصل
در بر شاہد ازل خفتہ
از شراب وصال لا یعقل
ہست عین حضور آگاہی
غفلت اور انمی کند غافل
کعبۂ از درون چنان روشن
کہ جدارش نمی شود حائل
قبلۂ حاجت و مقام مراد
مبدأ فیض عارف و کامل
سال تاریخ اوز غیب رسید
عرش اسلام قبلۂ مقبل
تا فلک باد بادبانی ایں
تا جہاں باد، بادایں منزل

شاہ صاحب بڑے رحم دل تھے، جب کبھی ایسا واقعہ پیش آتا جہاں آپ کچھ کر سکتے تو ہرگز دریغ نہ فرماتے، ایک بار اتفاقاً ایک جگہ سے گزر رہے تھے، دیکھا ایک قیدی کو قتل کے لئے لے جا رہے ہیں اس نے آپ سے رہائی کیلئے التجا کی، اس کی حالت دیکھ کر آپ نے لوگوں سے تحقیق کرائی تو معلوم ہوا کہ یہ شخص واقعی بے گناہ ہے، اصل مجرم کوئی اور ہے، چنانچہ آپ نے فوراً بادشاہ وقت سے سفارش کی اور بادشاہ نے فوراً رہائی کا حکم صادر کر دیا اور کہا کہ یہ شخص تو بے گناہ ہے اس کو تو رہا ہونا ہی چاہئے مگر

آپ کسی مجرم کی سفارش فرماتے تو اس کو بھی رہا کر دیتا۔ شاہ صاحب کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع تھا، 80 تلامذہ تو صرف وہ جنہوں نے اطراف ملک میں منتشر ہو کر مدرسے قائم کئے اور یہ ان کی کمال خوش نصیبی ہے کہ اپنی حیات ہی میں شاگردوں کے شاگرد کو مسند علم پر رونق افروز ہو کر درس و وعظ کے ذریعہ خلق کو ہدایت کرتے دیکھا۔ گویا زندگی کا اصل منشا زندگی میں ہی پورا ہو گیا۔

گجرات کے مشہور شاعر ولی گجراتی نے متعدد قصیدہ حضرت شاہ صاحبؒ کی شان میں تحریر کئے ہیں جن میں سے ایک بند مندرجہ ذیل ہے۔

اے تو ہے آفتاب عالم تاب
فیض ترے سے جگ ہے مقصد یاب
دل تیرا کانِ علم و بحر عمل
ہر معانی ہے اس درِّ خوش آب
روے انور کی ترے دیکھ ضیا
رشک سے آفتاب رہے بے تاب
متفق ہو کے عاقلاں نے کہا
دل کو تیرے جگت میں لب لباب
فکر تیری ہے آب دانش و ہوش
ہر گل عقل تجھ سے ہے سیراب
اے تو مجموعۂ فراست تام
دل تیرا مطلب ہزار کتاب
تا قیامت گریز پا نہ رہے

تجھ محبت کی آگ سے سیماب
مانگتے ہیں مدرسے تجھ شہ کی
روز و شب چند رستم و داراب
اس زمانے میں بے گماں بے شک
تجھ میں ہے سب طریقۂ اصحاب
اے امام جمیع اہل یقین
قبلۂ راستان وجیہ الدین

شاہ صاحب کی تصنیفات

یقینی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتے کہ شاہ صاحب کی تصنیفات کل کتنی تھیں، لیکن عام طور پر مشہور ہے کہ ان کی تعداد تقریباً تین سو۳۰۰ ہے ان میں سے ایک بڑی تعداد تو ضائع ہوچکی ہے اور دست بردزمانہ سے جورہ گئی ہیں، شاید ہی کوئی ان میں سے طبع ہوئی ہو، تلاش اور تفحص سے مندرجہ ذیل کتابیں دستیاب ہوئی ہیں، جو اس وقت کتب خانہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں موجود ہیں،

(۱) حاشیہ علی التلویح، (۲) حاشیہ علی شرح المواقف (۳) شرح جام جہاں نما (تصوف) (۴) حاشیہ شرح مختصر التلخیص (۵) الرسالة المسماة بالانسكزيه (مبحث ما انا قلت) (۶) رشاد شرح الارشاد (نحو) (۷) حاشیہ علی العضدی جناب شیخ محمد غوث گوالیاری (قس) کی کتاب، کلید مخازن پر مختلف شرحیں لکھی گئی ہیں، شاہ صاحب نے بھی ایک شرح لکھی ہے، کتب خانہ مذکور میں مختلف شرحیں موجود ہیں، جن میں سے ایک شرح ایسی ہے، کہ جس کے متعلق متعدد وجوہ کے بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ شاہ

صاحب ہی کی تصنیف ہے،

توضیح تلویح اصول فقہ میں مشہور درسی کتاب ہے، مختلف علماء نے اپنے نقطۂ نظر سے اسکی شرح اور حواشی تحریر کئے ہیں، جناب شاہ صاحب نے بھی ایک حاشیہ لکھا ہے،

حاشیہ علی التلویح

یہ کتاب ابتداء سے آخر تک خط نسخ میں ہے، ۱۴/۱۰ تقطیع ہے، ابتدائی چار صفحے خوشخط اور باریک حرفوں میں ہیں، باقی معمولی تصنیف سے تقریباً سوا سو برس بعد ۱۱۲۰ھ میں اس کی کتابت ہوئی ہے اسکی ابتدائی ان جملوں سے ہوتی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم رب يسر وتمم بالخير الحمد لله رب العالمين والصلوة علىٰ خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين۔

اور اختتامی جملہ یہ ہے، هذا آخر الكتاب بعون الملك الوهاب والحمد لله على اتمامه انه ولى التوفيق وبيده ازمة التحقيق

جہاں جہاں اصل کتاب کا حوالہ ہے وہاں سرخی سے ''قولہ'' لکھ دیا ہے، مختلف مقامات کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ ہر جگہ تشریح کرتے وقت طلبہ کے ذہن نشین کرانے کی بے حد کوشش کی گئی ہے، مثلاً حقیقت ومجاز کی بحث میں ایک جگہ صاحب تلویح نے لکھا ہے ''ففیہ نظر'' اس نظر کے پیچیدہ مطالب کو جناب شاہ صاحب نے ''حاصل النظر'' کے عنوان سے بہت سہل عبارت میں تحریر فرمایا ہے تاکہ طالب کے دماغ پر زیادہ بار نہ پڑے۔ پھر اس نظر کا جو جواب دیا جاتا ہے اس کو تحریر فرما کر ''حاصل الجواب'' کے عنوان سے اس کی تشریح فرماتے ہیں، سید شریف جرجانی کا اس پر اعتراض نقل کرکے پھر خود اپنا جواب تحریر فرماتے ہیں، اس مثال سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں، کہ جناب شاہ صاحب کا اس طرز تحریر سے اصل منشاء کیا تھا، اور کس طرح

اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں، زیر تنقید نسخہ مصنف کے خود نوشتہ نسخہ سے منقول ہے اور حاشیہ پر ہر جگہ تصحیح کی گئی ہے۔

حاشیہ علی المواقف

اس مشہور کتاب کے مصنف قاضی عضدالدین عبدالرحمٰنؒ ہیں، جسکی شرح علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے کی ہے، پھر متعدد علماء نے اس پر حواشی لکھے، ہند میں زیادہ تر مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کا حاشیہ رائج ہے، مصر سے جو نسخہ شائع ہوا تھا، اس میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ساتھ ملا حسن چلپیؒ کا بھی حاشیہ ہے، موجودہ زیر نسخہ افسوس ہے کہ آخر سے ناقص ہے اور کچھ حصہ کتاب کا ضائع ہوگیا ہے، ۱۴/انچ تقطیع پر معمولی خط نسخ میں ہے اس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين رب وفقت فتمم، الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد واله واصحابه اجمعين سبحان جماله عن صمة الحدوث" اور آخر فقره يه هے، وذالك الاعتباره يعنى ان الاحوال يتكلف"

یہ جملہ نصف صفحہ پر ختم ہوگیا، جس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ یا تو یہ کتاب اسی قدر اصل نسخہ سے نقل کی گئی ہے، یا بقیہ اجزا ضایع ہوگئے، خدا جانے اس کا کوئی دوسرا نسخہ کسی جگہ ہے بھی یا ہمیشہ کے لیے معدوم ہوگیا، مطبوعہ کتاب کے مقابلہ سے معلوم ہوا کہ "المرصدالرابع فی اثبات العلوم الضروریہ تک ہے۔

اس بات سے تو ہر اہل علم واقف ہے کہ یہ کتاب علم کلام کی معرکۃ الآراء کتابوں میں سے ہے، اور اسی لیے اس کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔ جناب شاہ صاحب کا طریقۂ بیان اس کتاب سے بھی واضح ہے، ہر جگہ حاصل الکلام و

حاصل الجواب وغیرہ کے عنوان سے مطالب کی تشریح کی ہے اور پیچیدہ عبارت کو آسان اور سہل طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی ہے، لیکن جہاں کہیں ذات واجب الوجود کے متعلق کوئی تذکرہ آجاتا ہے، تو الفاظ شاندار اور معانی خیال بہت بلند ہوجاتے ہیں، اور صاف معلوم ہوتا ہے، کہ کسی کا ذوق وشوق رہبری کر رہا ہے مثلاً کتاب کے ابتدا میں ہے،:

سبحات جماله عن حة الحدوث

وتنزهت سراوقات جماله عن وصمة

التغير والانتقل۔

افسوس ہے کہ اس کتاب میں نہ تو کاتب کا نام ہے اور نہ سنہ ہی تحریر ہے، کہ جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ کب کی تحریر ہے۔

شرح جام جہاں نما

جام جہاں نما تصوف میں مشہور متن ہے اس کے مصنف محمد بن عزالدین بن عادل بن یوسف مغربی مشہور بہ سیرین ہیں، ۸۵۷ء کی تصنیف ہے، عام صوفیوں میں یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کی مختلف شرحیں لکھی گئیں، جناب شاہ صاحب نے بھی ایک شرح تحریر فرمائی ہے اس کے دو نسخے اس کتب خانہ میں موجود ہیں، پہلا نسخہ کتابی صورت میں ۱۲/۸ تقطیع پر ہے، سرخ جدول سے محدود ہے، جہاں متن کی اصل عبارت ہے، وہاں سرخ خط کشیدہ ہے، یہ کتاب مختلف اہل علم کے ہاتھوں میں رہی ہے، کیونکہ مختلف اشخاص کے حواشی موجود ہیں، سب سے زیادہ حاشیہ ملا احمد بن سلیمان کا ہے، جو اس عصر کے مشہور علماء میں سے ہیں، اس کی تصحیح اور بعض حواشی ملا علی پیرو کے ہیں مولوی عبدالعزیز جناب شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، کہیں کہیں ان

کے بھی حواشی ہیں، اگر چہ یہ نسخہ کامل ہے مگر آخری اوراق کرم خوردہ ہونے سے معلوم نہ ہوسکا کہ کس سنہ کا ہے اور کس نے لکھا ہے خط صاف خوشخط اور نسخ میں ہے، حاشیہ پر ملا احمد بن سلیمان کا خط ہے اس سے بہت مشابہ ہے، اس لئے اغلب ہے کہ ملا احمد ہی کا لکھا ہوا ہو۔

دوسرا نسخہ ۱۲/۸ تقطیع پر ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے بطور مسودہ نقل کیا ہے، یہ بھی کامل نسخہ ہے اور جگہ جگہ سے تصحیح شدہ ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے اور اس کی ابتدا اس طرح ہوتی:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین رب یسر و تمم بالخیر''

پھر متن کی عبارت منقول ہے، جس کی ابتداء یوں ہوتی ہے، حمد وشکر بے عد سزائے ذاتی کہ وحدتش منشاء احدیث و واحدیت شد، اس کے بعد اس کی شرح اس جملہ سے ہوتی ہے ''یعنی وحدت کہ اصل قابلیات جمیع اشیاء است احدیت و واحدیت از وناشی است'' اس کتاب کا اختتام اس فقرہ پر ہوتا ہے، کہ ترک قیل وقال واستغراق درحق است وصفات حق ذاتہ، ذاتۂ صفات افعالۂ افعالۂ درپیش است تمام شد'' اس کتاب کا موضوع علم التوحید ہے۔

رسالہ انسکزیہ

اس رسالہ کا نام انسکزیہ فی اجوبۃ الطفقریہ مولانا علی قوشجی علی بحث ما انا قلت فی المطول ہے، جو صرف ۱۵/اوراق کا ۱۲/۸ تقطیع پر ہے، معانی و بیان پر تلخیص المفتاح جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی متوفی ۷۳۹ء کی ایک مشہور کتاب ھے، مولانا علی قوشجی نے بحث ما انا قلت پر چند اعتراضات کئے تھے، یہ رسالہ ان کے جواب میں ہے، میر ہاشم صاحب جو خود بھی بڑے عالم تھے، انہوں نے

بھی اس مبحث پر ایک رسالہ لکھا ہے، اس کتاب پر جا بجا ان کے حاشیے بھی ہیں، کاتب کا نام محمد یوسف ہے، اس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے،

''بسم اللہ الرحمن الرحیم، قال صاحب الایضاح ویقدم المسند لیئید التقدیم تخصیصہ بالخیر الفعلی۔ اور اختتام ان جملوں پر ھے ، ھذا ماتیسرلی ھوالمیسر لکل عسیر وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب''

یہ رسالہ ۹ مبحث پر منقسم ہے، جن میں سے بعض بہت ہی مختصر اور بعض طویل ہیں، طرزِ تحریر یہ ہے کہ پہلے نفس تلخیص کے اصل مسئلہ کو لکھا ہے، پھر سید شریف جرجانی کا اعتراض نقل کر کے علامہ قوشجی کا نظریہ بیان فرمایا ہے، اور آخر میں اپنا جواب تحریر کیا ہے، جہاں علامہ قوشجی کا اعتراض شروع ہوا ہے وہاں سرخی سے ''قولہ'' ہے، اور جس جگہ سے جواب دیا ہے اس کی ابتداء ''اقول'' سے ہوتی ہے، اس مبحث پر تین اور ر سالے اسی کے ساتھ مجلد ہیں، رسالہ مولانا علی قوشجی، رسالہ ملا عبدالغفور، رسالہ میر ہاشم، افسوس ہے کہ ان میں سے کسی پر سنہ تحریر نہیں ہے، اور بدقسمتی سے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ اس رسالہ کا نام ''انسکزیہ'' کیوں رکھا ہے، اور کس مناسبت سے؟ میرا ذاتی خیال ہے کہ جناب شاہ صاحب کا ایک دوسرا رسالہ ''انکریہ'' ہے، جو غالباً ''انکار'' سے ہے، جس میں ایک کفر کے فتوی کی تردید کی ہے، کاتب نے اسی لفظ کو ''انسکزیہ'' سے تبدیل کر دیا ھے۔

حاشیہ علی المختصر المعانی

یہ کتاب بھی ۱۱/۷ تقطیع پر ہے، اس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم ، قولیہ اداالحق شئی مما یحیب علیہ، اور اختتام یوں ہے،

قولہ کانہ قنا ابن الھجا القناجمع قناۃ وھی الرحح الفیلق الجیش قد وقع من تحشیۃ سلطان المحققین افضل المدققین اشرف المتورعین۔ ملجا السالکین۔ الشیخ وجیہ الحق والدین کاتب کا نام نہیں ہے، تاریخ بھی نہیں ہے، فقط اس قدر لکھا ہے فی شھر رمضان سنہ من الھجریۃ النبویۃ حاشیہ پر جا بجا اس کی تصحیح بھی کی گئی ہے، جہاں اصل کتاب سے نقل کیا ہے اسکو سرخی سے ''قولہ کے لفظ سے ممتاز کر دیا ہے چونکہ مختصر المعانی مصنفہ علامہ سعد الدین تفتازانی کی مشہور کتاب ہے، جو تلخیص المفتاح کی شرح ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور عموماً متوسط درجہ کے طلبہ اس کو پڑھتے ہیں، اس لئے اس حاشیہ میں طلبہ کے لیے سہولت بہم پہچانے کی کوشش کی گئی ہے، معانی کا بیان، مغلق الفاظ کی تشریح، مطالب کی توضیح کا خاص خیال رکھا ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات بھی صاف معلوم ہوتی ہے، کہ دسویں اور گیارویں صدی کا طریقۂ تعلیم کیا تھا، اس عہد میں نفس فن پر بہت کم لوگ توجہ کرتے تھے، متون کی شرحیں، شرحوں کے حواشی، اور حواشی پر حاشیہ اس عہد کا بہترین کارنامہ ہے، متن پر اعتراض، شرح پر اعتراض، اور اس کا جواب، پھر اس جواب پر اعتراض، اور اس کا جواب کہیں فیہ نظر کسی جگہ فتامل کی تشریح کو اصل کارنامہ سمجھا جاتا تھا، زمانہ کے اثر سے جناب شاہ صاحب بھی بہت متاثر نظر آتے ہیں، اور جگہ جگہ اس کو کھول کر طلبہ کے فہم کے مطابق بیان فرماتے ہیں، قطب الدین رازی، سعد الدین تفتازانی، میر سید شریف جرجانی رحمھم اللہ نے جو روش اختیار کی، مابعد کے تمام علما متاخرین قدم بہ قدم اس کی پیروی کرتے آئے۔

رشاد شرح الارشا

نحو میں الارشاد نامی ایک کتاب قاضی شہاب الدین شمس الدین بن عمر زاولی

دولت آبادیؒ کی ۸۶۰ھ کی تصنیف ہے، جناب شاہ صاحب نے اس کی شرح لکھی ہے، اور اس کا نام ''رشاد'' رکھا ہے، اور مشہور ہے، کہ جناب شاہ صاحب کی یہ پہلی تصنیف ہے[۲]، یہ کتاب میری نظر سے نہیں گذری، البتہ شاہ صاحب کی شرح ''یعنی رشاد'' پر ملک احمد بن ملک پیر محمد صاحب کا حاشیہ متوسط تقطیع پر ۱۹۰ صفحے کا ہے، اس سے میں اندازہ کرتا ہوں کہ غالباً شرح اس سے زیادہ ضخیم یا کم از کم اس کے قریب ہوگی اور عام فہم ہوگی۔

حاشیہ علی العضدی

یہ کتاب ۸/۱۳ تقطیع پر خط نسخ میں ہے، صفحات ۱۳۰ ہیں، اس کی ابتداء

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نستعین الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی رسول سیدنا الخلق ولانبیاء والمرسلین قولہ وبھذا الاعتبار یندرج فی الادلۃ السمعیۃ سے ہوتی ہے، اور اختتام ان فقروں پر ہے، فیرجع انطن لا التصدیق بان ھذا حدہ لا ان نفس الحدظنی تم تمت۔

یہ کتاب رجب ۱۰۱۰ھ کی لکھی ہوئی ہے، یعنی شاہ صاحب کی وفات کے ۱۲/ سال بعد کی ہے، کاتب کا نام ''کبیر محمد بن شاہ محمد'' ہے، لیکن کتاب کے اندر خط دو قسم کے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل کتاب سے کچھ ضائع ہو جانے کے بعد دوبارہ تحریر کرایا گیا ہے، ابتداء میں اور چند دوسری جگہوں میں خوشخط ہے، اور آخری صفحات میں معمولی، اور یہی معمولی کبیر محمد صاحب کا تحریر کردہ ہے، سطریں عموماً ۲۰ اور ۲۲ ہیں کاغذ باریک، چکنا، اغلباً احمد آبادی ہے، ''عضدیہ'' چند صفحے کا ایک چھوٹا رسالہ فن مناظرہ میں ہے جس کے مصنف عضد الدین احمد الایجی متوفی ۷۵۶ھ ہیں، یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی، کہ متعدد علماء نے اس کی شرحیں اور پھر شرحوں کی شرحیں لکھیں مابعد

کہ علماء نے پھر ان پر حواشی کا اضافہ کیا، متعدد شرح و حواشی اس کتب خانہ میں موجود ہیں حنفیہ، شرح عضدیہ مصنفہ مولانا حسام الدین حاشیہ علی الحنفیہ مولفہ میر ابوالفتح، بلخیہ حاشیہ علی حنفیہ مولفہ مولانا باقر بلخی، فریدیہ حاشیہ عضدیہ، مصنفہ مولانا فریدالدین، حاشیہ عضدیہ مولفہ جناب شاہ وجیہ الدین صاحب وغیرہ۔

حاشیہ بیضاوی

یہ حاشیہ بے حد مقبول ہوا، دسویں اور گیارہویں صدی میں عرب وشام میں عام طور پر زیر درس تھا، لیکن فی الحال نایاب ہے، روضۃ الاولیاء، کے صہ۳ میں درج ہے، کہ ''یہ کتاب مدارس میں محمد عبداللہ بن ناصرالدین عبدالقادر کے پاس موجود ہے''

بہر حال اس وقت کتب خانہ میں بیضاوی پر جو حاشیہ ہے وہ مظہر الدین محمد گاوزرونی کا ہے، اور شاہ صاحب نے بدست خود اس کو نقل فرمایا ہے۔ آخری عبارت یہ ہے''

کتب الحواشی التی علی تفسیرالبیضاوی للمولی المحقق مظہر الدین محمد گاوزرونی، اضعف عباداللہ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین العلوی وکان الاتمام بدارالسلطنہ احمدآباد وقت الاشراق''

اس طرح سے جناب شاہ صاحب کی تحریر کا اصلی نمونہ بھی موجود ہے، ایک اور چھوٹا سا رسالہ ۶/۱۰ التقطیع کا میری نظر سے گذرا، اس میں کل بیس ۲۰ صفحے ہیں جناب سید محمد غوث گوالیاوی پر جو اعتراضات کیے گیے تھے، اس کے جواب میں ہے، اس کے علاوہ اور چند، منتشر اوراق بھی ملے ہیں جن میں سے بعض شرح ملا کا حاشیہ ہے، کچھ اوراق پر شرح وقایہ کا حاشیہ ہے، شرح ہدایۃ الحکمۃ پر جو حاشیہ تھا، کچھ حصہ اس کا بھی موجود ہے فن عروج پر کوئی کتاب تھی چند اوراق اس کے بھی محفوظ رہ گئے ہیں، ایک

مجموعہ اوراق فن منطق میں ہے اور دوسرا نحو میں، بعض خطوط بھی ہیں، لیکن سب نامکمل، چند دیگر رسائل بھی قابلِ ذکر ہیں:

(۱) شرح البسیط للعلوی'' فرائض کے موضوع پر ہے اس کی ابتدایوں ہوتی ہے، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم الحمدللّٰہِ رب العٰلمین والصّلوۃ علیٰ الافضل من بعدہ محمد والہ وصحبہ اجمعین، الحمدللّٰہ افتح الکتاب چوب قلم اور خط نستعلیق ہے، خوش قسمتی سے یہ نسخہ مکمل ہے، آخر کے الفاظ یہ ہیں قدوقع الفراغ من تحریرشرح البسیط لمولاناالسلطان العارفین برھان الموحدین، حجۃ العاشقین شاہ وجیہ الحق والملۃ والدین قدس سرہ العزیز کہیں کہیں حاشیہ عبدالرحیم صاحب کا بھی ہے، تقطیع ۱۸/۱۳،

(۲) حاشیۃ العلوی علی شرح النخبۃ اصول حدیث میں ہے، نسخہ کامل ہے، خط اس کا نستعلیق ہے ابتداء میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرّحیم الحمدللّٰہ حمدایوافی نعمہ ویکافی مزیدہ، اللّٰھم صلّے علی محمد کلما ذکرہ الذاکرون۔وغفل عن ذکرہ الغافلون قال الشیخ الامام والحمدللّٰہ الذی وفقنا وھدانالھذاوماکنّا لتوفق، ونھدی لولاان لوفقنا''

اس کا ایک نسخہ ناقص از آخر کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ احمد آباد میں بھی موجود ہے،

(۳) حاشیۃ التلویح للعلوی' یہ ضخیم کتاب ہے گو کامل ہے مگر بوسیدہ بخط نسخ، اس کی ابتداء اس طرح کی گئی ہے،

رب یسرو تمم بالخیر وبہ یستعین کل سقیم، الحمدللّٰہ رب العالمین، والصّلوۃ علی خیرخلقہ محمدوآلہ وصحبہ اجمعین قولہ احکم

بکتابه اصوله الشریعة،

اورآخرمیں هذاآخرالکتاب بعون اللّٰه الملك الوهاب والحمدالله علیٰ اتمامه انه ولی التوفیق وبیده ازمة التحقیق، مندرجہ بالاکتب جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں ہیں،

(۴) حاشیه شرح جامی العلوی، ابتداء میں ایک صفحہ کا مقدمہ ہے، اور پھر اصل کتاب اس طرح شروع ہوتی ہے قوله الحمدلولیه والصّلوة علیٰ نبیه، اختلف عباراتهم۔فی تعریف الحمد کل ۸۴ صفحے ہیں، متوسط تقطیع، اور آخر میں ہے۔

قدتم هذه الحاشیه الشریفة مولانا......وجیه الدین علیه شرح مولاناعبد الرحمن جامی للکافیه فی التاریخ السابع والعشرون (العشرین)من شعبان المعظم فی ۱۰۸۱ھء الواحدوالثمانین والف" علی یداحقرعبادالله محمد عنایت الله بن عبدالعزیزولدعنداللطیف۔

(۵) رسالة ترتیب ارکان الصلوة للعلوی" چنداوراق عربی زبان میں ہیں، کتاب کا منشاء نام سے ظاہر ہے، یہ دونوں کتابیں بمبئی کے مشہور کوکنی فاضل جناب یوسف کھٹکھٹے صاحب بی اے کے ذاتی کتب خانہ میں ہیں اورآخرالذکر کا دوسرا نسخہ بھروچ میں جناب قاضی نورالدین صاحب کے کتب خانہ میں بھی ہے، مگر آخر سے ناقص ہے۔

(۶) وافیه شرح کافیه : ناقص از ابتداء ووسط، قاضی صاحب مذکور کے کتب خانہ میں ہے، تقطیع متوسط اور کرم خوردہ ہے، اس کے آخر میں لکھا ہے کا تبه وما للّٰه حامدین شاہ وجیه الدین علوی،

(۷) رسالة قوشجی فی الهیئة فارسی، اس کتاب پر شاہ علوی کا حاشیہ ہے مختلف نقشے بھی ہیئت کے ہیں، بالکل بوسیدہ اور کرم خوردہ ہے، بس تبرک ہی تبرک ہے یہ بھی قاضی صاحب موصوف کے حصہ میں آیا ہے،

(۸) حواشی علی المنهل للعلوی اس کے ابتداء میں ہے بسم الله الرحمن الرحیم قوله مورده ها ومصدرها ، اور اس کے آخر میں ہے، ولیس هذیفید للجمع وانماهوبیان الاطلاق ای اطلاق الجمع، کل صفے ۹ ہیں، خط نسخ ہے، تقطیع ۱۲/۷ فی صفحہ ۱۷ اسطریں ہیں پٹن کے مشہور خاندان جمال الدین قطب ومحمد سعید قطب کے ذاتی کتب خانہ میں یہ موجود ہے،

(۹) حاشیه علی شرح وقایه للعلوی : ضخیم کتاب ہے، متوسط تقطیع، خط نستعلیق خوشخط ہے، تقریباً چھ/۶۰۰ صفحات ہوں گے، درگاہ حضرت پیر محمد شاہ کے کتب خانہ میں یہ کتاب ہے، اول آخر سے ناقص ہے،

(۱۰) شرح شواهد المنهل ناقص ازاول۔

علامہ مجدالدین محمد بن طاہر پٹنی المحدثؒ

علامہ مجدالدین محمد بن طاہر پٹنی ایسے بلند پایہ محدث تھے جن کے فضل وکمال کی شہرت دنیا بھر میں ہے اور ان کی تصنیفات سے علماء حجاز ویمن اسی طرح مستفید ہوتے ہیں جس طرح کہ ہندوستان کے علماء نے ملامہتہ، شیخ ناگوری، مولانا یداللہ اور مولانا برہان الدین سے علم حاصل کرنے کے بعد مکہ معظّمہ جا کر شیخ ابوالحسن بکری، علامہ ابن حجر مکی، شیخ علی بن العراق، شیخ جاءاللہ بن فہد ودیگر محدثین کرام سے حدیث پڑھی اور عرصہ تک شیخ علی متقیؒ کی صحبت میں رہے۔ وہاں سے آنے کے بعد تصنیف وتدریس

کے کام میں مصروف ہوگئے۔علامہ کی لغت حدیث پر مشہور و معروف تصنیف ''**مجمعُ بَحارِ الانوار** '' ہے۔اس کا مکمل نام ''**مجمع بھار الانوار فی غرائب التنزیل و لطائف الاخبار** '' ہے یہ کتاب اگرچہ مشکل اور غریب الفاظ حدیث کی توضیح کے لئے لکھی گئی مگر مصنف نے چونکہ اس کتاب میں ان حدیثوں کو بھی نقل کر دیا ہے جن میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔ اس طرح یہ لغات کے علاوہ حدیثوں کی عمدہ شرح و تفسیر بھی ہے۔اس کتاب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب تصنیف کے وقت سے ہی اہل علم میں مقبول ہے اور سب کو اس پر اتفاق ہے۔ بقول نواب صدیق حسن خانؒ ''شیخ محمد بن طاہر پٹنی نے اس کو تصنیف کر کے علماء پر بڑا احسان کیا ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ''از جملہ کتابیں است کہ متکفل شرح صحاح ست مسمی بہ مجمع البحار'' شیخ عبدالوہاب کا بیان ہے ''جو ایک طرح سے حدیث کی شرح اور احادیث کی طرح یہ قرآنی الفاظ کی بھی جامع لغت ہے اس ترتیب مادہ کے حروف پر کی گئی ہے جو اس فن کی کتابوں میں فائق و عمدہ ہے۔مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ علماء نے اس کی جانب غیر معمولی اعتناء کیا جس سے یہ کتاب مصنف زندگی میں ہی مقبول ہوگئی اور اس کی نقلیں دور دراز کے شہروں میں پھیل گئی علماء نے اس کی نقل میں ایسی رغبت دکھائی کہ ہندوستان کے شہروں کا شاید ہی کوئی قابل ذکر کتب خانہ ایسا ہو جس میں اس کا نسخہ موجود نہ ہو۔

ان کی دیگر تصانیف میں ''**المغنی فی اسماء الرجال** '' اور ''**تذکرۃ الموضوعات** '' کافی اہمیت کی حامل ہیں۔علامہ محمد بن طاہر پٹنی کا اپنا ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس میں انہوں نے عرب و عجم سے کتابیں منگوا کر جمع کی تھیں مگر جب تک

اس خاندان میں علم رہا کتابیں محفوظ رہیں پھر آہستہ آہستہ ضائع ہوگئیں۔

علامہ آخر وقت تک تصنیف و تدریس کے کام میں مشغول رہے۔نہروالہ پٹن میں ایک مدرسہ میں آپ ایک عرصہ تک صدر مدرس رہے۔آپ کی وجہ سے یہ مدرسہ حدیث کی تعلیم کیلئے کافی مشہور تھا۔علامہ طاہر اکبر اعظم کے ہم عصر ہیں، اس زمانے میں آپ فن حدیث کے امام سمجھے جاتے تھے۔۹۸۶ھ میں آپ شہید ہوئے آپ کی شہادت کے بعد بھی مدرسہ محمد بن طاہر ایک عرصہ تک چلتا رہا، عہد عالمگیر میں جب نیا مدرسہ قائم ہوا تو یہ اسی میں ضم ہوگیا۔آپ کی زندگی کے مفصل حالات جاننے کیلئے تذکرہ محمد بن طاہر پٹنی کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا محمد صدیق پٹنیؒ

مولانا محمد صدیق بن محمد شریف پٹنی کا تذکرہ بہت کم ملتا ہے۔عہد اکبر و جہانگر میں یہ عظیم الشان فقیہ، مفسر، محدث اور مصلح گزرے ہیں ان کے کم و بیش تیس رسائل عربی میں ملتے ہیں ان کے رسائل کا ایک مجموعہ قاضی ضیاء الحق احمد آبادی کے ذاتی ذخیرہ میں ہے۔اس کے علاوہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں متعدد رسالے موجود ہیں۔
ایک تفسیر کتب خانہ حضرت پیر محمد شاہ میں ہے

دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ میں ان کی کتاب نجوم المشکوٰۃ کے ایک نسخہ کی فوٹو کاپی ہے جو مشکوٰۃ شریف کی شرح ہے۔

مولانا محمد صدیق کی سنِ وفات کا پتہ نہیں چلتا لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی وفات عہد جہانگیر میں ہوئی ہوگی۔اس زمانے میں جو بری رسمیں رائج تھیں ان میں تمبا کو نوشی بھی تھی اس لئے انہوں نے وقت کی مناسبت سے اس موضوع

پر رسالہ تمبا کونوشی تحریر فرمایا۔اس تعلق سے ان کا موقف اس قدر سخت تھا کہ ان کے بقول ''جس نے تمبا کونوشی کی گویا اس نے نعوذ باللہ آپ ﷺ کو قتل کر کے ان کا لہو پیا۔گجرات کے علماء کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے عہد اکبری میں تمبا کونوشی کے خلاف زبردست مہم چلائی۔

علماء نے حجاز، شام، ترکی وغیرہ ممالک سے فتاویٰ طلب کئے تھے اور عوام کو تمبا کونوشی کے مضر اثرات سے آگاہ کراتے ہوئے بالاتفاق رائے اس کو حرام قرار دیا تھا۔مولانا محمد صدیق کی ہر تصنیف اس لئے اہمیت کی حامل ہے وہ زمانہ اور حالات کی مناسبت سے لکھی گئی ہیں۔

مولانا حیدر گجراتیؒ

حیدر گجراتی نے ہدایۃ المخلصین میں اپنا تعارف اس طرح پیش کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حیدر صاحب کے والد ماجد صحیح النسب و ثابت النسب سید تھے۔بچپن ہی میں ان کے والدین اللہ کو پیارے ہوئے چنانچہ چچا نے پرورش کی اور کسی مولوی کو معلم مقرر کیا جن سے انہوں نے قرآن کریم پڑھا اور دوسرے ضروری علوم سیکھے۔جب ان کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو ایک رات خواب میں انہوں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ اپنے چاروں خلفاء راشدین کے ساتھ ایک مسجد میں رونق افروز ہیں۔انہیں اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا کہ اے بیٹے طہارت کرلو، حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں انہوں نے غسل کیا۔آپ ﷺ نے ایک محترم ہستی کے ہاتھ میں خلعت دیتے ہوئے فرمایا کہ اس لڑکے کو یہ پہنا دو اور اپنی خدمت میں رکھو یہ ہماری اولاد میں سے ہے تمہارے حوالے

کیا اس کی ظاہری و باطنی تربیت کرو۔اس محترم ہستی نے انہیں خلعت پہنایا گلے لگایا اور ان کے ہاتھ چومے اور کہا کہ اے فرزند میں کشمیر میں ہوں میرا نام مخدوم شیخ حمزہ ہے۔یہاں چلے آؤ رات دن میری خدمت میں رہو گے میں نے تمہیں فرزندی میں قبول کیا۔

اسی اثنا میں آنکھ کھلی۔دوپہر تک چچا جان سے اجازت طلب کی چونکہ ان کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے فرط محبت کی وجہ سے وہ رضامند نہ ہوئے حیدر صاحب نے چھپ چھپ کر جنگلوں میں تنہائی میں آہ وزاری شروع کی۔ایک ہفتہ گذر گیا پڑھنا لکھنا موقوف ہوگیا۔جمعہ کا دن آیا نماز جمعہ کے لئے گئے نماز ادا کی اور ویرانے کی طرف روانہ ہوئے تا کہ تنہائی میں ڈھاریں مار کر روئیں اتنے میں ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے گزرے ان کے پیچھے ایک بڑا لشکر تھا۔مولانا حیدر کو خیال گزرا کہ یہ کوئی بادشاہ ہے جو شکار کو نکلا ہے۔کسی سے معلوم کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ جواب دیا کہ سلطان شیخ حمزہ کشمیریؒ ہیں تھوڑے ہی دیر میں انہوں نے ان کو اپنے پاس بلایا نصیحت فرمائی اور کہا اے فرزند میں وہی شخص ہوں کہ حضور اقدس ﷺ نے تم کو جن کے حوالے رات کو فرمایا تھا تم میرے پاس پہنچ جاؤ گے۔

اتنی بے چینی ٹھیک نہیں۔اگر چاہو تو میں تمہیں اس وقت گھوڑے پر سوار کر کے آنکھ کے پلکارے میں اپنے شہر لے چلوں۔لیکن ثواب عظیم اس میں ہے کہ تم مسافرت اختیار کرو یہ زیادہ مناسب ہے۔

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد انہوں نے اپنے چچا سے اجازت حاصل کی اور کشمیر کی طرف چل دیئے۔اس کے علاوہ زیادہ تفصیل ان کے متعلق دستیاب نہیں ہے۔

اپنی کتاب ہدایۃ المخلصین میں انہوں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں حضرت

اویس کرنیؒ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوااور عرش کو بھی دیکھا۔حیدر گجراتی شاعر بھی تھے۔حیدر تخلص رکھتے تھے۔

منکرا از من نصیحت گوش کن ☆ بشنو از حال دل بس ہوش کن

ورتو درانکار سخنے کافرے ☆ جامۂ اقرار ہاں بردوش کن

ور مسلمانی ز دل انکار کرد ☆ ورنہ توزنار در آغوش کن

اے برادر وعظ گر تلخ است ☆ نافع است چوں شربتے بس نوش کن

ذکر مرشد در دل و جاں حیدرا

☆☆☆

مشائخ گجرات

ہندوستان میں اسلام کی اشاعت صرف بزرگان دین کے قدم میمنت لزوم سے ہوئی ہے جو وقتاً فوقتاً تشریف لاتے اور اپنے انفاس قدسیہ سے لوگوں کے دلوں سے کفر و جہالت کے زنگ کو مٹاتے رہے، ہندوستان کے جس گوشہ میں آپ کا گزر ہوگا ان بزرگوں کے نقش قدم آپ کو ملیں گے، ان کے کارنامہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو چکے ہیں اور ہم نے اپنی شامت اعمال سے ان کی سچی تاریخ کو رنگ آمیزیوں سے خراب کر کے اس کی صورت بدل دی ہے، مگر اب بھی اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ صرف انہیں کے توکل، استغناء، ایثار، اتقا اور خلوص نیت کا نتیجہ ہے کہ آج باشندگان ہندوستان کا پانچواں حصہ (جو کسی وقت شرک و جہالت میں مبتلا تھا) اس وحدہ لاشریک لہ کے سامنے سرنیاز خم کرتا ہے، گجرات بھی ان نفوس قدسیہ کی نظر توجہ سے محروم نہیں رہا، ہرزمانہ میں پیران طریقت تشریف لاتے اور نور ہدایت سے باشندگان کے دلوں کو منور فرماتے رہے۔ یہاں تقریباً سبھی سلسلوں کے بزرگوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ گجرات مختلف خطوں میں مختلف سلسلوں کے مشائخ کی خانقاہیں موجود تھیں جہاں وہ لوگوں کی اصلاح اور ریاضت فرماتے تھے۔ انہوں نے الگ الگ مقام پر چھوٹے بڑے مدارس بھی قائم کئے اور ان مدارس میں خود درس و تدریس کے فرائض انجام دئے اور اہم موضوعات پر کتابیں بھی لکھیں۔ اہمیت کے پیش نظر ڈاکٹر باوا صاحب کے مقالہ کو اس باب کے آخر میں من وعن شامل کیا ہے۔

سلسلۂ چشتیہ

چشتیہ سلسلہ کے نام کی نسبت چشت سے ہے جو ہرات کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں اس سلسلہ کے بانی خواجہ ابواسحاق شامی اپنے مرشد خواجہ ممشاد علو دینوری کے مطابق آکر آباد ہوئے، اس سلسلہ کا شجرہ اس طرح ہے:

''ابواسحاق ممشاد علوی دینوری، امین الدین ابی ہبیرہ البصری، سدید الدین حذیفۃ المرعشی، ابراہیم ادہم بلخی، ابوالفیض بن عیاض، ابوالفضل عبدالواحد بن زید، حسن بصری، علیؓ بن ابی طالب، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم''

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی سرگرمیوں کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) مشائخ کا ادوار: جو تقریباً ۵۹۷ھ مطابق ۱۲۰۰ء سے ۷۵۷ھ مطابق ۱۳۵۶ء تک ہے۔

(۲) علاقائی خانقاہیں: آٹھویں صدی ہجری مطابق پندرہویں عیسوی سے آگے تک۔

(۳) سلسلہ صابریہ کا عروج: نویں صدی ہجری مطابق پندرہویں صدی عیسوی سے آگے تک۔

(۴) سلسلہ نظامیہ کا احیاء: بارہویں صدی ہجری مطابق اٹھارہویں عیسوی سے آگے تک۔

پہلے دور کے صوفیاء نے اپنی خانقاہیں زیادہ تر راجپوتانہ، یوپی اور پنجاب میں قائم کیں، اس عہد میں یہ سلسلہ ایک بہت ہی زیادہ مربوط مرکزی نظام پر قائم تھا، محمد بن تغلق نے جب صوفیاء کو ملک کے مختلف حصوں میں آباد ہونے پر مجبور کیا تو اس کی اس حکمت عملی نے چشتیوں کے مرکز نظام کو مفلوج کر کے رکھ دیا اور اس سلسلہ کی مرکزی تنظیم کا شیرازہ بکھر گیا اور علاقائی خانقاہیں جو کسی مرکزی نظام کے تحت نہ ہوتی تھیں

معرض وجود میں آگئیں۔

اس دوسرے دور میں پہلے صوفیا کی روایات ترک کردی گئیں اور یہ آسان نظریہ اپنا لیا گیا کہ صوفیا کو بادشاہوں اور اعلیٰ منصب داروں کا ہم نشیں ہونا چاہئے تاکہ ان پر اچھا اثر ڈال سکیں جب کہ پہلے دور کے صوفیاء بادشاہوں سے دور رہتے تھے۔ اس دور میں شیخ سراج الدین المعروف بہ اخی سراج نے بنگال میں اس سلسلہ کی بنیاد رکھی، جب شیخ سراج الدین نے اس سلسلہ کو دکن میں روشناس کرایا۔ گجرات میں اس سلسلہ کی نیو ڈالنے والے خواجہ قطب الدین کے دوسرے شیخ محمود اور شیخ حمید الدین ہیں، اس سلسلہ کی صابریہ شاخ کے بانی کے متعلق بہت کم معلومات ہیں اس شاخ کے اہم مراکز کلیئر، پانی پت، گنگوہ، تھانیسر، جھنجھانہ، الہ آباد، امروہہ، دیوبند، تھانہ بھون اور نانوتہ تھے شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اس شاخ کے مشہور بزرگ تھے۔

چشتیہ سلسلہ کی نظامیہ شاخ کا احیا شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے کیا انہوں نے اپنی زندگی تصوف کے لئے وقف کردی اور سلسلہ چشتیہ کو جو تقریباً مردہ ہو چکا تھا نئے سرے سے زندہ کیا۔

نظریات

قدیم چشتی صوفیائے ہند شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی کتاب عوارف المعارف، کو سب سے اہم تصنیف سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ کا بنیادی تصور ''وحدت الوجود'' تھا، ذاتی جائداد پر قبضہ رکھنے کو چشتیہ توکل علی اللہ کے منافی سمجھتے ہوئے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ تمام دنیاوی ساز وسامان اور مادی شہوات کو ترک کرتے تھے، امن و صلح اور عدم تشدد پر اعتقاد رکھتے تھے اور انتقام و بدلے کو حیوانیت سے تعبیر کرتے تھے، حکومت سے راہ و رسم رکھنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہ تھی، ان کے نزدیک

صوفیانہ زندگی کو غایت فقط اللہ تعالیٰ کے لئے جینا ہے،صوفی کو نہ تو جنت کی تمنا کرنی چاہئے اور نہ دوزخ سے ڈرنا چاہئے،چشتی صوفیاء ریاضت کی ابتدا کرنے کیلئے رسمی طور پر اسلام قبول کرنے کا مطالبہ ضروری شرط کے طور پر نہیں کرتے تھے،ان کا کہنا تھا کہ رسمی طور پر اسلام قبول کرنے سے پہلے جذباتی زندگی میں انقلاب پیدا ہونا ضروری ہے۔

ہندوستان میں خواجہ معین الدین چشتی (536ھ / 1141ء - 633ھ / 1236ء)اس سلسلہ کو چھٹی صدی ہجری مطابق بارہویں صدی عیسوی میں لائے اور اجمیر میں چشتی صوفیہ کا مرکز قائم کیا،خواجہ صاحبؒ اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ تھے، ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت آپ کا عظیم کارنامہ ہے،انہوں نے ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی بنیاد رکھی،اور یہیں سے یہ سلسلہ ہندوستان کے اطراف و اکناف میں پھیلا۔آپ کی وفات اجمیر میں ہوئی اور یہیں آپ کا مزار ہے جس کا سبھی مذاہب کے لوگ احترام کرتے ہیں۔

گجرات میں مشائخ چشتیہ

گجرات میں مشائخ چشتیہ میں شیخ حسام الدین عثمان بن داؤد الملتانی متوفی ۷۳۶ھ کی ذات گرامی ہے، جو سلطان المشائخ نظام الدین محمد البدایونی کے خلفاء کبار میں تھے، محمد شاہ تغلق کے زمانے میں دہلی سے گجرات تشریف لائے اور نہروالہ میں قیام فرمایا جہاں ان کا مزار ہے۔

علامہ کمال الدین دہلوی متوفی ۷۵۶ھ شیخ نصر الدین چراغ دھلویؒ کے خلیفہ اور بھانجے تھے، یہ بھی گجرات تشریف لائے اور ان کی اولاد میں نسلا بعد نسلٍ ایسے حضرات پیدا ہوتے رہے جنہوں نے بارہویں صدی تک اس سلسلہ کو قائم رکھا اور

ہمیشہ اہل گجرات کو اپنے شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی نے جو اسی خاندان کے ایک بزرگ شیخ یحییٰ بن محمود گجراتی متوفی ۱۱۰۱ھ سے اس سلسلہ کی روحانی برکتوں کو حاصل کر کے دہلی واپس آئے اور پھر ہندوستان میں چشمہ فیض جاری ہو گیا، مولانا فخر الدین دہلوی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھے۔

شیخ یعقوب بن مولانا خواجگی متوفی ۹۸۷ھ شیخ زین الدین دولۃ آبادی کے خلیفہ اور اپنے زمانہ کے ممتاز مشائخ میں سے تھے،''فصوص الحکم'' کے درس دینے میں ان کو کمال حاصل تھا،نہروالہ میں ان کی خانقاہ تھی جو گمرہان بادیۂ ضلالت کو چراغ ہدایت کا کام دیتی تھی، شیخ برہان الدین عبداللہ البخاری نے بھی ان سے استفادہ کیا ہے۔

شیخ رکن الدین مودود متوفی ۸۴۲ھ حضرت شیخ فرالدین مسعود کی اولاد میں تھے،مگر سلسلۂ چشتیہ شیخ محمد بن احمد مودودی سے حاصل کیا تھا،جن کو اباً عن جدّ یہ سلسلہ ملا تھا، ہندوستان میں یہی ایک طریقہ ہے جو بغیر واسطہ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کے پہنچا ہے اس سلسلہ میں شیخ عزیز اللہ، شیخ بہاء الدین، شیخ علی متقیؒ وغیرہ بڑے جلیل القدر مشائخ ہوئے ہیں جو دکن اور گجرات میں صدیوں تک لوگوں کو فائدہ پہونچاتے رہے ہیں۔

شیخ کبیر الدین ناگوری متوفی ۸۵۸ھ سلطان التارکین شیخ حمید الدین سُوالی کے پوتے تھے، اباً عن جدِ اس سلسلہ کو حاصل کیا تھا۔جس زمانہ میں راجپوتوں نے اجمیر و ناگور وغیرہ میں تسلط حاصل کر کے شعائر اسلام کے مٹادینے پر ہمت مصروف کی یہ اپنے وطن مالوف سے ہجرت کر کرے احمد آباد آ گئے۔چندروز تک گوشۂ گم نامی میں زندگی بسر کی، مگر مُشک آن ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید، لوگوں کو خبر ہوئی اور ان کا آستانہ قبلۂ حاجات بن گیا، یہ بہت بڑے مصنف بھی تھے اور 'مصباح النحو' کی مبسوط شرح لکھی ہے۔

سید کمال الدین قزوینی متوفی ۸۸۱ھ بھروچ میں رہتے تھے، ان کو حضرت سید محمد گیسودرازؒ سے نسبت تھی، اور ان کی خانقاہ ہمیشہ طالبان خدا سے بھری رہتی تھی۔

سلسلۂ قادریہ

سلسلۂ قادریہ جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (م561ھ/1166ء) کے نام سے منسوب ہونے کی وجہ سے قادریہ کہلاتا ہے، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مسلمانوں کے طبقہ کثیر میں پیران پیر دستگیر کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کی پیدائش ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۷ء میں ہوئی، ۱۸/سال کی عمر میں اپنے گاؤں جیلان سے بغداد تحصیل علم کیلئے تشریف لائے اور اس وقت سے تادم آخر اسی شہر میں مقیم رہے، آپ اخلاق میں اپنے تمام معاصر اولیاء سے ممتاز تھے، سیرت وکردار کے لحاظ سے کوئی ولی آپ کا ہم پلہ نہ تھا، حق گوئی، ایثار وسخاوت، عفو وکرم کا پیکر تھے، کسی پر ظلم برداشت نہ کرتے اور فوراً مظلوم کی امداد کے لئے کمربستہ ہوجاتے اور شرافت کے معاملہ میں کبھی نرمی نہیں برتتے تھے، آپ کا مقبرہ بغداد میں ہے اور پوری دنیا کے اولیاء میں ممتاز مقام وحیثیت رکھتا ہے ہر سال لاکھوں افراد حاضری کے لئے وہاں جاتے ہیں اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں۔ حضرت جیلانیؒ نے بغداد میں ایک خانقاہ اور مدرسہ قائم کیا تھا جس کو آپ کی وفات کے بعد حضرت جیلانیؒ کے صاحبزادے عبدالوہاب (م593ھ/1196ء) اور عبدالرزاق (1206ء) نے حسن وخوبی کے ساتھ برقرار رکھا۔

قادریہ سلسلہ میں پیر اپنے جس مرید کو کامل سمجھتا اس کو خرقہ دے کر دوسرے ممالک میں مذہب کی نشر واشاعت کے لئے روانہ کردیتا تھا، قادریہ سلسلہ کے پیروکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی پیروی کو لازم سمجھتے ہیں اور

دعا میں شیخ کو واسطہ بناتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ نجات اور حصول جنت کے لئے پیر کے ارشادات اور احکامات کی پیروی ضروری ہے۔ یہ سلسلہ ہندوپاک میں کافی مقبول ہے اور طریقت کے دوسرے سلسلوں کے ساتھ ساتھ سلسلہ قادریہ کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے، برصغیر ہند وپاک میں یہ سلسلہ حضرت شیخ محمد الحسنی جیلانیؒ، شیخ عبدالقادر ثانیؒ، حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ اور حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہیؒ کے ذریعہ پہنچا۔

گجرات میں سلسلہ قادریہ

گجرات میں سب سے پہلے شیخ شمس الدین ناگوری نے اس سلسلہ کے فیوض وبرکات اہل گجرات تک پہونچائے ہیں ان کو شیخ اسماعیل بن ابراہیم جبرتی سے یہ سلسلہ پہنچا تھا، اس کے بعد شیخ جمال بن الحسین البغدادی کو بہادر شاہ گجراتی نے تشریف آوری کی تکلیف دی، ۹۷۱ھ میں ان کا وصال ہوا ان کے جانشیں اور فرزند شیخ یتیم اللہ بڑے جلیل القدر شیخ تھے ۱۰۰۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

شیخ عبدالفتاح عسکری شارح ''مثنوی معنوی'' بھی اسی سلسلہ کے ایک مشہور ومعروف بزرگ ہیں جو احمد آباد میں رہتے تھے انہیں کی نسل میں ویلور علاقہ مدراس کا متبرک خاندان ہے جو اب تک اپنے علم ومشیخت کی وجہ سے ممتاز ہے، سید عبدالصمد خدانما بھی گجرات میں رہتے تھے جن سے سید عبدالرزاق بانسوی نے اس کو حاصل کیا اور اب تک علماء فرنگی محل اسی خم خانۂ حقیقت میں مخمور ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ

سلسلۂ نقشبندیہ کے امام حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ ہیں، وہ بخارا (ترکستان) کے نزدیک کوشک عارفان (ہندوان) میں محرم ۷۱۸ھ مطابق

مارچ ۱۳۱۸ء میں پیدا ہوئے اور ۷۳ سال کی عمر میں بخارا سے پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر قصر عارفان میں ۳ / ربیع الاول ۷۹۱ھ مطابق شب دوشنبہ یکم مارچ ۱۳۸۹ء کو انتقال فرمایا۔ آپ کے پیرومرشد حضرت سید امیر کلال کا جمعرات ۸ / جمادی الاول ۷۷۲ھ مطابق ۲۸ / نومبر ۱۳۷۰ء کو انتقال ہوا، آپ کا مزار بخارا سے تین کلومیٹر کے فاصلہ پر سوخار میں ہے، حضرت خوجہ بہاء الدین کا سلسلہ نو واسطوں سے سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزبسطامی (متوفی ۲۶ / مئی ۸۷۵ء) اور تیرہ واسطوں سے امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (متوفی ۲۳ / اگست ۶۳۴ء) اور چودہ واسطوں سے پیغمبر اسلام محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ذریعہ آیا، آپ کی پیدائش عہد اکبری میں کابل، افغانستان میں جون ۱۵۶۴ء میں ہوئی اور سنیچر ۲۰ / نومبر ۱۶۰۳ء کو دہلی میں انتقال ہوا، آپ کا مزار عیدگاہ روڈ نبی کریم، صدر بازار میں ہے، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت باقی باللہؒ تک چھ واسطوں (حضرت خواجہ علاء الدین متوفی ۲۷ / مارچ ۱۴۰۰ء، حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ متوفی ۲۲ / اپریل ۱۴۴۷ء، حضرت ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ متوفی ۱۸ / ستمبر ۱۴۹۰ء، حضرت مولانا زاہد چشتیؒ متوفی ۳ / نومبر ۱۵۲۹ء، حضرت مولانا درویش محمدؒ متوفی ۱۸ / ستمبر ۱۵۶۲ء اور حضرت خواجہ محمد امکنگیؒ متوفی ۲۷ / فروری ۱۶۰۰ء) کے ذریعہ آتا ہے۔

ہندوستان میں آپ کے خلفاء میں سب سے نامور اور عظیم ہستی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی (متوفی ۱۶۲۴ء) کی ہے، مجدد الف ثانیؒ کے علاوہ سلسلہ نقشبندیہ کے معروف بزرگوں میں حضرت بہاء الدین سرہندیؒ، حضرت آدم بنوریؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ، سید عبدالباری شاہؒ، سید فدا علی عبدالکریم سمرقندیؒ،

حضرت مرزا مظہر جان جاں، مولونا غلام علی پٹیالویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور حضرت شاہ نعمت اللہ نوتنیؒ شامل ہیں۔

گجرات میں سلسلہ نقشبندیہ

سلسلۂ نقشبندیہ گجرات میں سب سے پہلے شیخ نورالدین ابوالفتوح سپرازی کے ذریعہ پہنچا جن کو میر سید شریف سے ارادت تھی، ایک زمانہ کے بعد خواجہ جمال الدین خوارزمی تشریف لائے اور سورت میں قیام فرمایا، ان کی وفات ۱۰۱۶ھ میں ہوئی، سورت میں ان کا مزار ہے ان کی اولاد میں خواجہ سید محمد، خواجہ نورالحسن، خواجہ فیض الحسن، خواجہ نورالاعلی وغیرہ عرصہ دراز تک اس سلسلہ کے علم بردار رہے۔

خواجہ محمد دہداری، خواجہ جمال الدین مذکورہ کے معاصر اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کے تربیت یافتہ تھے، یہ بھی اسی زمانہ میں تشریف لاکر سورت میں قیام پذیر ہوئے، تان سین زمیدار کا مریچ ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، ۱۰۶۱ھ میں انہوں نے بھی وافت پائی اور سورت میں مدفون ہوئے۔

شیخ نوراللہ و شیخ نصراللہ پشاوری نے سفر حج کے دوران میں سورت کو اپنی چند روزہ اقامت سے مشرف فرمایا ہے اور اس سلسلہ کی اشاعت کی ہے۔

سلسلۂ شطاریہ

عہد وسطیٰ کے صوفی سلسلوں میں سلسلۂ شطاریہ کو کافی فروغ حاصل ہوا، یہ سلسلہ شیخ بایزید بسطامی سے منسوب ہے، انہیں شطاری اس لئے کہتے ہیں کہ سلوک و طریقت میں یہ دوسرے سلسلوں کے اکابرین کے مقابلے زیادہ سرگرم اور تیز یعنی شطّار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جنگلوں اور ویرانوں میں رہتے ہوئے بڑی سخت ریاضتیں اور

عبادتیں کیا کرتے تھے، جہاں اس سلسلہ نے ہندوستان میں سب سے پہلے پیر جمائے، اس میں اور مداریہ سلسلہ میں کئی مقامی چیزیں داخل ہوگئی تھیں، شمالی ہند میں جس بزرگ نے اس سلسلہ کو فروغ دیا وہ شیخ عبداللہ شطاری تھے، جو اپنے پیرومرشد کے حکم پر ایران سے ہندوستان آئے۔ شطاری روایات کے مطابق شیخ عبداللہ شطاری پانچ واسطوں سے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد اور سات واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی سے ان کا سلسلہ طریقت ملتا تھا، ہندوستان آنے کے بعد کچھ عرصہ یورپ میں گزارنے کے بعد مانکپور میں شیخ حسام الدین مانکپوریؒ کے یہاں مقیم رہے، یہاں سے جونپور پہنچے مگر سلطان ابراہیم شرقی اوران متشرع اراکین سے اختلاف کی بناء پر جونپور سے مالوہ چلے آئے، جہاں ان کو ظاہری و باطنی دونوں صورتوں میں فروغ حاصل ہوا۔ان کے طریقہ کار میں لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے والی یا ان کو مرعوب کرنے والی کئی باتیں تھی، جیسے باقاعدہ نقارہ بجوا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا کرتے تھے اور انھیں رشد وہدایت کی دعوت دیا کرتے تھے، جب کبھی سفر کے ارادے سے باہر نکلتے تو بڑی شان وشوکت سے نکلتے تھے، پورے سفر میں نقارہ بجتا رہتا تھا، عقیدت مند جلوس کی شکل میں علَم اٹھائے ساتھ ساتھ چلتے رہتے تھے۔

> خود سلطانی لباس اور ہمراہی صوفی فوجی وردی میں ملبوس رہتے تھے، بعض ان کے اس طریقہ کو ناپسند کرتے تھے مگر عوام پر ان باتوں کا بہت اثر پڑتا تھا، چونکہ سلسلہ کو سب سے زیادہ فروغ اور ان کے اکثر مشائخ بہار کے مختلف علاقوں میں مدفون ہیں، جیسے شیخ محمد قاضی شطاری جو شیخ علا کے نام سے بھی مشہور ہیں ان کے رشد وہدایت کا مرکز مظفر پور تھا جہاں تقریباً انہوں نے بیس سال تک قیام کیا اور وہیں مدفون ہیں، ان کے بڑے بیٹے کا مزار بھی یہیں

ہے جو ایک مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں ایک قبائلی کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے، دوسرے بیٹے عبدالرحمٰن شطاری اور تیسرے شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست شطاری کا مزار حاجی پور کے قریب ہے، ان کے خلیفہ شیخ ظہور حاجی حمید حضور گوالیاری نے دو معصوم کی پرورش کی جن کے نام شیخ فریدالدین جہانگیر اور شیخ خطیرالدین تھے، مگر تاریخ میں دونوں شیخ بہلول شیخ پھول اور شیخ محمد غوث گوالیاری کے نام سے مشہور ہیں۔(۱)

گجرات میں سلسلہ شطّاریہ

سلسلۂ شطّاریہ شیخ محمد غوث گوالیری کے وساطت سے گجرات پہنچا جس زمانہ میں ہمایوں کو شیر شاہ سے شکست کھا کر عراق جانا پڑا شیخ محمد غوث گجرات تشریف لے گئے اور تقریباً بارہ برس وہاں مقیم رہے وہاں ان کی تکفیر بھی ہوئی اور سلسلہ بھی پھیلا، یہ مزے کی بات ہے کہ رہنے والے گوالیار کے مگر نواح آگرہ دہلی میں ان کے فضل وکمال سے لوگ نا آشنا، گجرات ودکن کے علماء ومشائخ نے ان کو سر آنکھوں پر جگہ دی، علامہ وجیہ الدین علوی، شیخ صدارالدین ذاکر، شیخ لشکر محمد، شیخ ولی محمد، شیخ علی شیر اور بہت سے بزرگان گجرات نے اس سلسلہ کو حاصل کیا اور گجرات ودکن میں یہ سلسلہ ایسا پھیلا کہ دوسرے سلسلے اس کے سامنے فنا ہوگئے، شیخ صبغۃ اللہ بھروچی اس کو لے کر مدینہ طیبہ پہنچے اور بڑے بڑے مشائخ مدینہ نے ان سے اس کو حاصل کیا۔

شیخ لشکر محمد کے خلیفہ اجل شیخ عیسیٰ جنداللہ تھے، جو تمام علوم وفنون میں علامہ اور حدیث شریف میں فرد فرید تھے، وہ بھی اسی سلسلہ کے علم برادر تھے، ان

(۱) ہندوستانی عہد وسطیٰ پر مسلم اثرات

کے فیض تربیت سے ایسے ایسے با کمال مشائخ نکلے جو عرصہ دراز تک ہندوستان کے باشندوں کو اپنے انفاس قدسیہ سے فرماتے رہے۔ان ہزاروں مشائخ میں سے جن کے کشف وکرامت کی داستانوں سے گجرات کی تاریخیں بھری پڑی ہیں، میں نے چند سلسلوں کے بزرگوں کا تذکرہ کیا ہے۔

سلسلۂ سہروردیہ

تصوف کا یہ سلسلہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (1155-1191ء) کی جانب منسوب ہے۔ شیخ مقتول شیخ الاشراق بھی کہلاتے ہیں۔حکمت الاشراق کے مصنف ہیں۔اشراق لغوی معنی تابانی اور چمک کے ہیں۔اصطلاح میں اس سے مراد کشف اور روشن ضمیری ہے یعنی یہ لوگ تمام حقائق کشف سے معلوم کر لینے کے مدعی تھے۔شہاب الدین نے خداداد ذہانت سے معقولات میں وہ کمالات حاصل کرلیا کہ دنیائے اسلام نے کوئی ہمسر نہ رہا۔حلب پہنچے تو وہاں کے تمام علماء کی شہرت ماند پڑ گئی۔ پھر شیخ پر الزامات عائد کئے گئے کیونکہ بعض معاملات میں سہروردی کی نظر قدماء کی عقائد سے مختلف تھی اور اس نے دین زردشت کی اصطلاحات بھی اختیار کرلی تھی۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین ایوبی کے حکم سے انہیں حلب میں سزائے موت دی گئی۔ پاک وہند میں اس سلسلہ کے پہلے بڑے نمائندے شیخ زکریا ملتانیؒ تھے جن کے اجداد مکۃ المکرّمہ کے رہنے والے مگر بعد میں ملتان آکر آباد ہوگئے۔ بہاء الدین زکریاؒ کے سن پیدائش کے بارے اختلاف ہے۔آپ کے والد کا نام وجیح الدین تھا۔جب آپ کی عمر 12 سال ہوئی تو والد محترم کا انتقال ہوگیا۔آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور پھر مزید تعلیم کے حصول کے لئے خراسان چلے گئے جہاں سات سال تک علوم ظاہری

وباطنی حاصل کیا۔خراسان نے بخارا گئے جہاں مزید علمی تشنگی بجھائی۔آپ کے اوصاف حمیدہ کے باعث اہل بخارا بہاء الدین فرشتہ کہنے لگے تھے۔آٹھ سال تک بخارا میں رہنے کے بعد حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے وہاں سے روضہ اطہر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ چلے گئے اور پانچ سال وہاں قیام فرمایا۔مدینہ رہائش کے دوران انہوں نے مولانا کمال الدین محمد جیسے جلیل القدر محدث سے حدیث پڑھی۔ساتھ ہی روضہ اقدس کے نزدیک تزکیۂ قلب اور تصفیہ باطن کے لئے مجاہدہ بھی شروع کیا۔بعد میں یہاں سے بیت المقدس پہنچے اور وہاں سے بغداد چلے گئے۔یہاں آپ نے شیخ شہاب الدین سہروردی کی صحبت سے کسب فیض کیا اور خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔اپنے مرشد کے پاس صرف 17 دن رہے تھے اس کے بعد ملتان آگئے اور یہاں اپنے رشد وہدایت کا فیض جاری کیا۔حضرت بہاء الدین زکریاؒ سہروردی بابا فرید گنج شکرؒ کی بہت عزت کیا کرتے تھے اسی بنا پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت زکریا ملتانی اور بابا گنج شکر خالہ زاد بھائی تھے۔حضرت بہاء الدین زکریا کے سن وفات میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء آپ کی وفات کا سال 661ھ بتاتے ہیں جبکہ سفینۃ الاولیاء اور تاریخ فرشتہ میں سن وفات 666ھ درج ہے۔آپ کا مزار ملتان میں ہے جہاں ہزاروں مرید جمع ہوتے ہیں۔ہندوپاک میں آپ کے سلسلہ کے مریدوں کا جال بچھا ہوا ہے۔

گجرات میں مشائخ سہروردیہ

اس سلسلہ کے مشائخ میں سب سے پہلے سید شرف الدین مشہدیؒ نے گجرات کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا اور بھروچ میں بود وباش اختیار کی۔ یہ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاریؒ کے داماد وخلیفہ تھے،

۸۰۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

سید یحییٰ بن علی ترمذی بھی مخدوم کے تربیت یافتہ تھے، انہوں نے بڑودہ میں قیام فرمایا تھا اور وہیں ان کا مزار ہے اور وہ مقام تکیہ ماتریدیہ کے نام سے مشہور رہے، انہوں نے ۸۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔

قاضی علم الدین شاطبی سید صدرالدین راجو قتال کے خلیفہ تھے نہروالہ میں ان کا قیام تھا۔ ۸۶۰ھ میں وفات ہوئی۔ سید برہان الدین عبداللہ بن محمود البخاری مخدوم جہانیاں کے پوتے تھے، بارہ برس کی عمر میں گجرات تشریف لائے، تکمیل علوم کے بعد اپنے بڑے بھائی سید حامد بن محمود اور اپنے والد کے عم بزرگوار سید صدرالدین راجو سے خرقہ خلافت حاصل کیا، شیخ احمد کھٹو مغربی کی خدمت سے مستفید ہوئے اور اس زمانہ میں جس قدر مشائخ چشتیہ وقادریہ ونقشبندیہ بقید حیات تھے ہر ایک سے فائدہ اٹھایا ان گوناگوں نعمتوں سے مالا مال ہونے کے بعد فیض رسانی کی طرف متوجہ ہوئے، شاہان گجرات ان کی خاک قدم کو کحل الجواہر سمجھتے تھے، انہوں نے ۸۵۷ھ میں وفات پائی۔

شیخ محمد بن عبداللہ البخاری ان کے خلف الرشید تھے اور ان کے رشد وہدایت کا سلسلہ مدت دراز تک قائم رہا اسی خاندان میں سید محمد زاہد، سید جلال، سید محمد، سید جلال ثانی، سید جعفر، سید علی وغیرہ گزرے ہیں، ان بزرگوں کا سلسلہ تمام گجرات میں پھیلا ہوا تھا، شیخ عثمان، شیخ علی خطیب، شیخ عبداللطیف، قاضی محمود، قاضی حماد، مولانا مخدوم شیخ شرف الدین شہباز، مولانا تاج الدین اور بہت سے مشائخ گجرات اسی خرمن کمال کے خوشہ چیں تھے۔

گجرات کے صوفیاء کی تصانیف

گجرات میں نہروالہ (پٹن) احمد آباد، کھمبایت، بھروچ، مانگرول وغیرہ جگہوں پر صوفیاء کرام تبلیغ اسلام کے لئے آئے اور ان مقامات پر ہمیشہ کے لئے بودوباش اختیار کرلی۔ تبلیغ کے ساتھ انہوں نے الگ الگ مقام پر چھوٹے بڑے مدارس بھی قائم کئے اور ان مدارس میں بذاتِ خود درس وتدریس کرتے رہے اور فرصت میں اپنی علمیت کو تصنیفات کی شکل دی اور اس طرح کی تصنیفات ظہور میں آئیں۔

چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں میں۔ شیخ جمال الدین چشتی عرف جمن (وفات: ۹۴۰ھ/۱۵۳۳ء) نے شاہ پور احمد آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا جس میں خود مدرس تھے۔ آپ نے رسالہ مذاکرہ اور دیگر کتابیں لکھیں۔ آپ کا ایک دیوان ہے جو فارسی اشعار سے بھرا پڑا ہے۔ آپ کا تخلص ''جمن'' تھا۔ شیخ حسن محمد چشتی (وفات: ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء) مدفون شاہ پور احمد آباد نے تفسیر قرآن مجید لکھی جو ''تفسیر محمدی'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے تفسیر بیضاوی، نزہۃ الارواح تصوف کی کتابیں لکھیں جو بہت ہی کامیاب ہوئیں۔ آپ کی ''رسالۃ الاربعون'' میں الگ الگ مضمون پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ آپ کی ''حاشیۃ التلویح'' عربی زبان میں ہے۔ آپ نے شاہ پور دروازہ احمد آباد کے قریب ایک مسجد اور مدرسہ تعمیر کروایا۔ مسجد ''چشتیہ مسجد'' کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد کے دروازے پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

قطب زمانہ شیخ جسن ساخت مسجدی
کانجا کنند اہل عبادت دعاء شیخ
چون شیخ ابن رفیع مکان را بنانمود
تاریخ سال روز قضائے بنائے شیخ

آپ کے فرزند شیخ محمد چشتی (وفات: ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۰ء مدفون شاہ پور احمد آباد کو فارسی اور عربی زبان میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ نے فارسی زبان میں ''منہاج العاشقین''، لکھی جس کا مضمون تصوف ہے۔ آپ کی ''چہل رسالہ'' جس میں چالیس رسالے ہیں۔ جن کا موضوع بھی تصوف ہے۔ آپ نے ''جواہر العلوم'' عربی زبان میں لکھی جس میں تصّوف کے معنی و مطالب وغیرہ پر بحث کی گئی ہے۔ آپ کی دوسری تصانیف ''بساتین الحاشیہ، اسرار الانوار اور فیوض القدس قابلِ تعریف ہیں۔

میاں خوب محمد چشتی (وفات: ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء مدفون خاروردوازہ کارنج پولیس اسٹیشن کے سامنے احمد آباد گوجری زبان کے عظیم شاعر تھے۔ ''خوب''، تخلص رکھتے تھے آپ نے گوجری زبان میں ''خوب ترنگ'' بھاؤ بھید'' ''چھندان چھند'' وغیرہ تصانیف لکھیں۔ آپ نے ''جام جہان نما'' کی تشریح لکھی جس کا نام ''شراب جام'' رکھا۔ رسالۂ صلح کل، خلاصۂ موجودات بڑے معرکہ کی کتابیں ہیں۔ شیخ جمال الدین ثانی (وفات ۱۱۳۴ھ/۱۷۲۱ء) بن رکن الحق فارسی زبان کے بہت ہی اچھے شاعر تھے اور ''چشتی''، تخلص رکھتے تھے۔ آپ کا دیوان بھی ہے۔ آپ نے ''جام جہان نما'' اور مرآت العارفین''، پر شرح لکھی۔

شیخ حسام الدین فرخ (وفات: ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء فارسی غزل میں یکتا تھے۔ اور ''صوفی''، تخلص رکھتے تھے۔ آپ کا دیوان بھی ہے اس سلسلہ کے ایک بہت ہی اہم رکن جن پر گجرات ناز کرسکتا ہے وہ ہیں شیخ عبدالرّشید لالا مودو چشتی بن رکن الحق والدین (وفات: ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء) مدفون شاہ پور احمد آباد نے ''الاولیا'' فارسی زبان میں لکھی۔ اس میں چشتیہ سلسلہ کے احمد آباد کے صوفی حضرات اور گجرات کے دیگر صوفیوں کے حالا درج ہیں۔ یہ بڑی اہم کتاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ رویل ایشا ٹک

سوسائٹی لائبریری بمبئی میں موجود ہے۔ آپ کا فارسی میں دیوان بھی ہے۔ آپ ''چشتی''، تخلص رکھتے تھے۔

سید پیر مشائخ چشتی بن فاضل شاہ بن صدرالدین (پیدائش ۱۰۶۰ء/۱۶۵۱ء) مدفون چہارتوڑا، سارنگ پور احمد آباد۔ آپ گوجری زبان کے بہت ہی اچھے شاعر تھے۔ ''مشائخ''، تخلص رکھتے تھے۔ آپ کا دیوان ہے آپ کی تصنیف ''نور نامہ'' اولیاء اللہ کی سوانح ہے۔ ''مقتول نامہ'' امام حسینؓ کی شان میں مرثیہ ہے۔ ''اخلاق نبی ﷺ'' حضور ﷺ کی سوانح ہے۔ ''غزوات'' مثنوی ہے جس میں حضور ﷺ کی جنگوں کو قلم بند کیا ہے۔ ''معراج'' وصال نامہ'' اور ''ایمان مفصل''، نظمیں ہیں۔

مولانا احمد چشتی کرد (وفات: ۱۱۰۳ء/۱۶۹۱ء) مدفون شاہی باغ موسیٰ سہاگ قبرستان احمد آباد۔ آپ بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی کتاب ''فیوض القدس''، بہت ہی مشہور ہے۔

شیخ محمود میاں چشتی عرف ثانی میاں (وفات: ۱۳۰۵ء/۱۸۸۲ء) مدفون شاہ پور احمد آباد۔ آپ کی ''تفسیرۃ التوحید'' تصوف کے موضوع پر ہے۔ اور ''شرح گلستان'' شیخ سعدیؒ کی گلستان کی شرح ہے۔

شیخ سراج الدین بن علاّمہ کمال الدین دہلی سے پٹن (فتن) آئے اور وہیں بودوباش اختیار کی اور مدفون برکات پورہ میں ہوئے (وفات: ۸۱۷ھ/۱۴۱۴ء) آپ فارسی کے شاعر تھے اور سراؔج تخلص کرتے تھے۔ آپ کا دیوان ہے۔ یہ شعر آپ کے دیوان سے ہے۔

یارِ دیگر ہم ہمیں گوید سراج
قبلہ مانیست الا روی یار

سید نصیر الدین محمود بن سید احمد جہان شاہ (وفات: ۹۱۶ھ/ ۱۵۱۰ء) مدفون موتی شاہ گیٹ پٹن۔ آپ بہت اچھے ادیب تھے۔ انہوں نے ''مراقب الطالبین فی مرآت العارفین''،فوائد الطریقت فی آداب حقیقت اور ارشاد الزاکرین لکھی ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے اور اس کا موضوع ''ذکر'' ہے۔

سید عطا محمد قادری عرف عطاء الدین بن ابن الفرید (وفات: ۹۸۶ھ/ ۱۵۱۸ء) مدفون جمال پور، احمد آباد، عربی زبان کے ماہر تھے۔ آپ کی کتابیں ''عجوبۃ الزمن'' اور ''نادرت الدوران'' بہت ہی مشہور ہیں۔ یہ کتابیں عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔

سید پیر محمدؒ شاہ قادری بن سید امین الدین قادری۔ آپ بیجاپور دکن سے احمد آباد تشریف لائے اور یہیں بودوباش اختیار کی ۔ (وفات: ۱۱۶۳ھ/ ۱۷۴۹ء) میں ہوئی ۔ مدفون صلاح الدین کی حویلی' احمد آباد جو آج پیر محمد شاہ روڈ کے نام سے مشہور ہے۔

آپ فارسی، عربی اور گوجری زبان کے بہت بڑے ادیب اور شاعر تھے۔ شاعری میں آپ کا تخلص ''اقدس'' تھا۔ آپ کا دیوان ہے۔ دوسری فارسی تصانیف ''نورالشیوخ'' اور ''رسالۂ مومنات'' ہیں۔ آپ کی دیگر تصانیف میں جیسا کہ پیرنامہ، رسالۂ پیر گنج، شجرۂ قادریہ وغیرہ۔ مولانا سید ابوظفر ندویؒ نے ''تذکرۂ اقدس'' کے نام سے آپ کی سوانح پر ایک کتاب لکھی جو شائع ہو چکی ہے۔

مولانا محمد بن طاہر پٹنی ۹۱۴ھ/ ۱۵۰۹ء میں پٹن میں ہی پیدا ہوئے اور مذہبی تعلیم مکہ مکرمہ جا کر پائی۔ آپ کی وفات ۹۸۰ھ/ ۱۵۷۹ء میں ہوئی اور پٹن میں سرسوتی ندی ''جوکنواری ندی'' کہلاتی ہے اس کے کنارے مدفون ہیں۔ آپ کی ''مجمع البحار''

بہت ہی مشہور کتاب ہے۔ اور وہ عربی زبان میں ہے۔ آپ کی تصانیف ''نصیحت الولایت''، اسماء الرجال، تذکرۃ الموضوعات، چہل حدیث حاشیہ، صحیح بخاری، منہاج السالکین، طبقاتِ حنفیہ، شرشفیہ، کفایت المعتزین، جامع اور شہرت یافتہ ہیں۔ یہ سب تصانیف احمد آباد کی حضرت پیر محمدؒ شاہ لائبریری میں موجود ہیں۔ حضرت پیر محمد شاہ لائبریری پرانے گوجری فارسی اور عربی مخطوطات اور قلمی کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ ایسی نایاب کتابیں دوسری جگہ ملنا مشکل ہے اور اس نوعیت کی لائبریری اور کہیں نہیں ہے۔

گجرات میں سہروردیہ سلسلہ سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ بخاریؒ سے چلا۔ آپ کو ''قطبِ عالم'' کے لقب سے بھی شہرت حاصل ہے۔ اس بخاری خاندان میں سب سے زیادہ علماء، ادباء، اور شعراء پیدا ہوئے یہ سلسلہ سات پشتوں تک چلا۔ ان کا تعلق سلاطین گجرات سے بھی رہا اور وہ ان کے پیرو رہے۔ محمود بیگڑہ جو گجرات کا سلطان تھا حضرت شاہ عالمؒ نے ہی اس کی پرورش کی۔ وہ ان کا سوتیلا بیٹا بھی تھا۔

سید برہان الدین قطب عالمؒ کو خود بانیٔ احمد آباد سلطان احمد شاہ نے پٹن سے احمد آباد بلوایا اور اساول نامی مقام پر بودوباش کروائی۔ سلطان خود شاعر تھا اس لئے اس نے ان کا استقبال یہ شعر پڑھ کر کیا۔

قطب زمانہ ما برہان بس است مارا
برہان او ہمیشہ چوں نامش آشکارا

آپ کی وفات ۸۵۷ھ/ ۱۴۵۳ء میں ہوئی اور قطب آباد عرف بٹوہ میں مدفون ہیں۔ آپ نے کئی تصانیف لکھیں لیکن بہت کم دستیاب ہیں۔ آپ کی ''مرحمت نامہ برہانی'' بڑی ضخیم کتاب ہے جس میں تصوف کے سوالات حل کئے گئے ہیں۔ اسی طرح آپ کی شاعری کا بھی یہی حال ہے۔ آپ کا دیوان ضروری ہونا چاہیے لیکن کچھ

شعر چیدہ چیدہ ادھر ادھر سے مل جاتے ہیں۔

سید عثمان برہانی (وفات: ۸۶۳ھ/۱۴۵۸ء) مدفون عثمان پورہ جو انہیں کے نام سے مشہور ہے اور احمد آباد میں واقع ہے۔ آپ کی ''مدارج المعراج'' بڑی معرکہ کی کتاب ہے۔

شیخ عبدالطیف مرید حضرت قطب عالم (وفات: ۸۷۹ھ/۱۴۷۲ء) مدفون خان سرور' پٹن۔ آپ بہت ہی بڑے عالم تھے۔ فارسی زبان میں کئی کتابیں لکھیں۔ آپ کی کتابیں ذیل میں درج ہیں لطائف برہانیہ، رسالہ آداب برہانیہ، منصور الخلافت، زادالعاشقین، ترک البرہانیہ۔ ان کتابوں میں ''زادالعاشقین'' بہت مشہور ہوئی اور کئی عالموں نے اس پر شرح لکھی۔ سید احمد شیرازی نے بھی اس پر شرح لکھی اور منت العارفین نام رکھا۔ شیخ عبدالغنی نے اس پر شرح لکھی ''خلوۃ العارفین'' نام رکھا۔

سید احمد جہاں شاہ بن سید تاج الدین (وفات: ۸۹۱ھ/۱۴۹۴ء) مدفون پٹن۔ آپ بہت بڑے عالم تھے اور کثیر التصانیف تھے۔ جن میں ''دستور الخلافت'' صفینت الانساب'' مشہور ہیں۔

سید کبیر الدین احمد شیخ جہان بن سید نصیر الدین محمود بن سید احمد جہاں شاہ جو پٹن میں ہی مدفون ہیں انہوں نے ''منازل الاولیاء '' لکھی جس میں تمام اولیاء اللہ کے حالات درج ہیں۔ یہ کتاب اپنے زمانے میں بہت ہی مقبول و مشہور ہوئی۔

سید محمد سراج الدین المعروف بہ شاہ عالم بن سید برہان الدین قطب عالم (وفات ۸۸۰ھ/۱۴۷۵ء) مدفون رسول آباد' شاہ عالم' احمد آباد۔ رسول آباد محلّہ آپ ہی نے بسایا اور آپ ہی نے اس کا نام رسول آباد رکھا۔ آپ بہت بڑے عالم تھے اور کئی تصنیفات کے مالک تھے۔ آپ کا ایک مدرسہ تھا جس میں آپ درس دیا کرتے تھے۔ رسول آباد میں واقع شاہی مسجد سے متصل ہی آپ کا مدرسہ تھا۔ اس مسجد کو ''مسجد خیر

البلاد'' کہا جاتا ہے۔ اس مسجد میں آپ جمعہ کے روز مجلس عام کیا کرتے تھے۔ جس میں مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی تھی۔ اس مجلس کے بیانات کو جمع کر کے کتاب کی صورت دی گئی اور اس کا نام 'جمعات شاہیہ' رکھا گیا۔ دیگر تصانیف اس طرح ہیں۔ رسالہ درسیر جامع الطریق البرہانیہ۔ رسالہ صادقیہ' رسالہ مفاتیح خزان اللہ' رسالہ محمدیہ۔ تحفۃ الاولیاء، رسالۃ الحسینیہ، رسالۃ الرضائیہ۔ رسالۃ الکاظمیہ جس میں 'جہاد' کے مضمون کو تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ جامع الطریق البرہانیہ میں آپ کو چودہ خانوادوں میں اجازت حاصل ہوئی اس کا ذکر ہے۔ مفاتیح خزائن اللہ میں شاہیہ مریدوں کے لئے پڑھنے کے اوراد کا ذکر ہے۔

رسالۃ الحسینیہ میں عقائد اور واحد الموجود کے اہم سوالوں کو حل کیا گیا ہے۔ الرسالۃ الرضائیہ میں توکل کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ الرسالۃ المحمدیہ کتاب دوحصوں میں تقسیم کی گئی ہے ایک فی مناجاۃ العاشقین اور دوسرے فی حکایات المقربین۔

سید محمد مقبول عالم بخاری جلالی بن سید جلال ماہ عالم ۹۷۵ھ میں بمقام احمد آباد پیدا ہوئے۔ وفات: ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۶ء میں ہوئی اور رسول آباد' احمد آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ بڑے اچھے مصنف اور شاعر تھے۔ آپ کا اپنا کتب خانہ تھا۔ ''جلالی'' تخلص رکھتے تھے۔ آپ کا دیوان ''دیوان جلالی'' کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے ''جمعات شاہیہ'' پر تشریح لکھی۔ لطائف شاہیہ بھی آپ کی بہت ہی مقبول تصنیف ہے۔

''اذکار الاطہر'' میں آپ کے آباء واجداد کی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ ''نسب نامہ'' بھی آپ کی تصنیف ہے۔ آپ نے بادشاہ جہانگیر کی التجا پر ''قرآن مجید'' کا ترجمہ

فارسی زبان میں کیا۔ یہ نسخہ قطب عالمؒ کے سجادہ نشین بٹوہ کی تحویل میں ہے۔

آپ کے فرزند سید جلال مقصود عالم شاعر تھے اور ''رضاؔ'' تخلص رکھتے تھے۔ فارسی میں آپ کا دیوان ''دیوان رضا'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے سید جعفر بدر عالم بخاری فارسی کے اچھے شاعر تھے ''صفاؔ'' تخلص رکھتے تھے۔ ''روضہ الشاہیہ'' آپ کا اہم کارنامہ ہے۔ اس کی ۲۴ (چوبیس) جلدیں ہیں۔ اس میں آپ کے بزرگوں کے حالات اور حدیث وغیرہ کا ذکر ہے۔ کئی جلدوں میں قرآن مجید کی تشریح بھی شامل ہے۔ آپ بہت ہی اچھے کاتب تھے۔ قرآن مجید مکمل ۵۰ گھنٹوں میں نقل کر لیتے تھے۔

سید محمد محبوب عالم عرف شاہ عالم ثانی (پیدائش ۱۰۴۷ھ/ ۱۶۳۷ء) (وفات ۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۰ء) آپ نے ''زینت النقاط'' کے نام سے شرح حدیث اور جامع المشاغل فارسی میں لکھی۔

سید جعفر بن سید جلال حمید عالم کو ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء میں سجادہ نشین بنایا گیا۔ آپ بہت بڑے عالم تھے۔ آپ نے ''مرأت اریہ'' کتاب لکھی جس میں خوابوں کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب فارسی میں ہے۔ آپ نے ''مفتاح الحاجات'' بھی لکھی جس میں آدمی کو کس طرح اور کیسی زندگی بسر کرنی چاہیئے وہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مولانا نور الدین نوراللہ ضریح (پیدائش :۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۷ء) (وفات: ۱۱۵۵ھ/ ۱۷۴۳ء) مدفون استوڑیہ (پرانا نام اسلوریہ) احمد آباد۔ آپ اپنی علمیت کی وجہ سے ''علامہ'' کہلائے۔ دیگر تصانیف میں تفسیر کلام اللہ، تفسیر نورانی، تفسیر بیضادی، شرح صحیح بخاری، شرح مثنوی مولانا روم، شامل ہیں۔

سید رفیع الدین کنزاللہ شیرازی (پیدائش:۹۳۲ھ/ ۱۵۲۷ء) (وفات: ۹۸۱ھ/ ۱۵۷۴ء) مدفون اسلوریہ یا استوڑیہ احمد آباد۔ آپ نے ''تفسیر سورہ یوسف'' لکھی۔ آپ کی ''فتوحات رفیعی'' اپنے خاندان کی تاریخ ہے۔

شیخ ملک احمد کھٹو مغربی گنج بخش پیدائش ۷۳۸ھ/ ۱۳۳۸ء) وفات ۸۴۹ھ/ ۱۴۴۰ء مدفون سرکھیج احمد آباد۔ آپ نے ''ارشادالطالبین'' فارسی میں لکھی جس میں چودہ خانوادوں کا ذکر ہے۔ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی میں کیا جو درگاہ پیر محمد شاہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ آپ کی ''رسالئہ احمدیہ'' عربی زبان میں لکھی ہوئی ہے اور اس میں مغربیہ سلسلہ کے اصول اور کچھ صوفیوں کے حالات ہیں۔ یہ کتاب بانی شہر احمد آباد کے نام معنون کی گئی ہے۔ آپ شاعر بھی تھے اور ''احمد'' تخلص رکھتے تھے اس لئے آپ کا دیوان ہونا چاہیئے۔

آپ کے مرید اور خلیفہ شیخ محمود ایرجی بڑے معرکہ کے عالم تھے۔ آپ کی تصنیف ''تحفتہ المجالس'' میں آپ کے مرشد اور مغربیہ سلسلہ کے حالات درج ہیں۔ آپ کے ایک مرید مولانا محمد قاسم کی تصنیف ''مرقات الوصول الی اللہ والرسول'' ملفوظ احمد مغربی بڑی اہم کتاب ہے جس میں مغربیہ سلسلہ کے اصول اور حضرت بابا گنج احمد کھٹو کے حالات درج ہیں۔ سید نور محمد امام شاہی پیرانہ احمد آباد نے گوجری زبان میں کئی کتابیں لکھیں جن میں ''ست بانی'' ''ست ونجی'' وغیرہ مشہور ہیں۔

شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی (پیدائش: ۹۱۰ھ/ ۱۵۰۴ء) وفات: ۹۹۸ھ/ ۱۵۸۹ء) مدفون خان پور۔ احمد آباد۔ آپ بڑے عالم تھے اور اپنے مدرسے میں درس دیتے تھے۔ آپ کے مدرسے سے دور دور سے لوگ علم طلب کرنے آتے تھے۔ آپ نثر اور نظم دونوں میں مہارت رکھتے تھے آپ کی ''تذکرۃ الوجیہ'' بہت ہی مشہور نظم تصنیف ہے۔

گجرات کے گوجری کلام لکھنے والوں میں شاہ بہاء الدین باجن، شاہ علی جیوگامدھنی، شیخ خوب محمد چشتی وغیرہ میں ایک قاضی محمود دریائی کا نام بھی گوجری زبان اور کلام میں پیش پیش ہے۔ آپ گوجری زبان میں ذکری یا جکری لکھا کرتے تھے جو ایک نئی طرح کی صنف ہے۔ جو بہت ہی کم لوگ لکھتے تھے۔ ''تحفۃ القاری'' آپ کی بہت ہی مشہور کتاب ہے۔ جس میں فارسی اور گوجری دونوں زبانوں میں مضمون پائے جاتے ہیں۔ آپ قاضی محمود چائلد ھاکے نام سے بھی مشہور ہیں۔ کچھ کتابوں میں چالندہ جالندہ بھی لکھا ہوا ہے۔ آپ کا تخلص محمود تھا۔ آپ کا کلام

شاہ چائلد ھاتن یوں سمجھاوے
جے دن گیا سو پھیر نہ آوے
محمود کون تجہ بن اور نبھاوے

آپ نے دوہے بھی کہے ہیں مثلاً

باٹ پرم کی آئے
سکھ دکھ سین مکھ پھرائے

جکری

ارے میرے مستے میں ڈرتی پانت نکھاؤں
ولی کبھی الٹے سیس ٹنگاؤں
بوٹی لوٹی الگی کیتی رون رون کھینچی کھال
جنے ہماراماس جوکھایاان کے کون حوال
آنکھوں اندھلی کانوں بہری ٹولی لاگی جاؤں
نبی محمدؐ میت ہمارا انسیں چھوٹ کر پاؤں

قاضی محمود دریائی چائلد ھابیرپور، کھیڑا ضلع میں آپ کا پرنور مزار ہے اور لوگ عرس کرنے کے لئے کافی تعداد میں جاتے ہیں۔

عرب تاجر گجرات کاٹھیاواڑ وغیرہ بندرگاہوں پر آئے اور تجارت کر کے واپس لوٹ گئے لیکن کئی عربوں نے یہیں سکونت اختیار کی۔ مثلاً احمد آباد کا کوچرب علاقہ جو غالباً کوچہ ءعرب ہونا چاہیے وہاں عربوں کا قبرستان آج بھی ہے اور عربی وضع کی مسجد آج بھی موجود ہے۔ اسی زمانے سے گجرات کی سرزمین پر عربی زبان کی ابتداء شروع ہو چکی تھی۔ لیکن اس زبان کی اشاعت اور نشوونما کا اہم کام صوفی حضرات نے کیا ہے اور گجرات کی زبانوں میں اسے حصہ دار بنایا ہے یہاں تک کہ یہاں کی مقامی زبان گجراتی پر بھی نمایا اثر ہے اور عربی کے بہت سے الفاظ اس میں شامل ہیں۔

صوفیاء حضرات میں عیدروسیہ سلسلہ نے بڑا کام کیا۔ سید شیخ بن عبداللہ عیدروس جنہوں نے ۹۹۰ھ/۱۵۸۳ء میں بمقام احمد آباد رحلت فرمائی اور جواہری واڑ (حال جھویری واڑ) ریلیف روڈ میں مدفون ہوئے۔ انہوں نے عربی دارالعلوم قائم کیا اور خود معلم کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ عربی زبان کے بہت اچھے مصنف تھے عربی زبان میں بہت سی کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصنیفات ''سراج التوحید''، ''تحفۃ المرید''، حقائق التوحید''، نفائیس الانفاس''، تحفۃ الحکم' وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ عربی زبان کے بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ کا دیوان بھی ہے اور آپ کا تخلص ''شیخ'' تھا۔ نمونہءکلام:

توسلی بمحمد خاتم الرسل
وفاطمه وامیرا لمئومنین علی
ثم الحسن والحسین مع زین العابد علی۔
محمد الباقر الجاء جعفر علی

بـــا حـــمـــد بـــعـــيـــد ا لله عـــلـــو نـــيـــمـــم

مـــحـــمـــد عـــلـــوی خـــالـــع قـــســـمـــتـــاً عـــلـــی

آپ نے نعت شریف بھی عربی زبان میں لکھی۔

لـــنـــايـــا الـــر سـول الـمـصـطـفـی خـيـر نـسـبـتـه

ســـلـــســـلـــه ثـــعـــلـــوعـــلـــی کـــا رتـــبـــه

شیخ شہاب الدین احمد بن علی نے شیخ حامد بن عبداللہ کے حالات کے متعلق ایک کتاب عربی میں لکھی جس کا نام ''نزہت لاخوان ونوقوس'' ہے

اس سلسلہ کے بڑے مشہور مصنف ،تاریخ نویس اور شاعر سید محی الدین عبدالقادر عیدروس ہیں جن کی ولادت ۹۷۸ھ/ ۱۵۷۱ء میں بمقام احمد آباد ہوئی۔ آپ کے والد شیخ بن عبداللہ بھروچ سے ۹۴۸ھ/ ۱۵۶۷ء میں احمد آباد آئے اور یہاں بودوباش اختیار کی۔سید محی الدین عبدالقادر نے عربی زبان اپنی ماں سے سیکھی۔آپ کی ماں ہندوستانی تھیں وہ بہت ہی ذہین اور عالمہ تھیں۔ان کی والدہ کا نجی کتب خانہ تھا جس میں نایاب عربی کتابیں بھری پڑی تھیں۔اس کتب خانہ میں بہت بڑے بڑے علماء مطالعہ کرنے آتے تھے۔

سید محی الدین کا مدرسہ اور خانقاہ دونوں تھی۔مدرسہ میں آپ عربی زبان سکھاتے تھے۔آپ کا انتقال ۱۰ محرم ۱۰۳۹ھ/ ۱۶۳۰ء میں ہوا اور جواہری واڑہ (جھویری واڑ) احمد آباد میں زیر خاک ہوئے۔

سید محی الدین عبدالقادر نے بڑی تعداد میں کتابیں لکھیں جو تمام عربی زبان میں ہیں۔آپ کی تحریریں منتخب المصطفٰی من اخبار المولد مصطفٰی ،کتاب منجاہ ''فتوحات قدسیہ فی خرقتہ العیدروس'' خدمت السادات جس میں آپ کی سوانح لکھی ہے۔آپ کی

بہت ہی مشہور کتاب ''النورالسافران قران اخبارالقرن عاشر'' گجرات کی تاریخ ہے اور اہم حالات سے بھری پڑی ہے۔اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب عربی میں ہے جس کا نام مشروالروی گجرات ویدیا پیٹھ احمد آباد کے کتب خانے میں ہے۔

آپ کا دیوان ''الحدائق الحضرت'' آپ نے ۲۰ ربیس سال کی عمر میں لکھا۔''اروّاز العارض والفیض مصطفیز'' بھی آپ کا دیوان ہے۔شیخ علامہ شہاب الدین احمد بن شیخ بدرالدین ۹۰۳ھ/ ۱۴۹۸ء مصر میں پیدا ہوئے۔آپ نے شیخ الاسلام بوعباس سے یمن میں دینی تعلیم اور عربی زبان روحانی تعلیم حاصل کی اور خرقہ بھی حاصل کیا یمن چھوڑ کر سورت اور بعد میں احمد آباد مقیم ہوئے۔آپ ۹۹۲ھ/ ۱۵۸۵ء میں ۹۰ برس کی عمر میں رحلت فرما گئے اور آپ کا قبرستان تربت العرب (جو کوچرب/کوچۂ عرب کے نام سے آج مشہور ہے) میں زیر خاک ہوئے۔آپ نے حدیث اربعین لکھی جس میں چالس حدیثیں ہیں۔آپ کی ''ارجومیہ'' عربی صرف ونحو کی کتاب ہے۔

آپ عربی زبان کے شاعر تھے آپ کا دیوان ہے آپ کے دیوان میں غزلیں اور قصیدہ شامل ہیں۔

عبدالمغنّی ابن شیخ حسن ابن شیخ عبداللہ المکی ۹۰۵ھ/ ۱۵۰۰ء میں مکہ معظّمہ میں تولد ہوئے اور وہیں عربی تعلیم حاصل کی وہاں سے حضرموت گئے اور اواخر زندگی میں ہندوستان آئے اور احمد آباد میں بودوباش اختیار کی۔آپ کی قبر مبارک لال دروازہ بجلی گھر کے قریب سیدی سعدی جالی والی مسجد کے احاطہ میں ہے۔آپ نے عربی زبان میں کتابیں لکھیں۔''اسماء الرجال البخاری'' کو خاتمہ تک انجام نہ دے سکے۔آپ اچھے شاعر تھے۔عربی اشعار میں گلاب کی تعریف کی ہے۔چنگیز خان نے احمد آباد پر فتح

حاصل کی تب ہی آپ نے عربی میں شعر کہے۔

لاتعجبوالنصر چنگیز۔خان فی عزته

آپ نے کچھ اشعار شیخ بن عبداللہ کولکھ کر بھیجے جس میں ''الجاریۃ'' ردیف کو نوشعروں میں الگ الگ معنی میں پیش کر کے اپنا فن شاعری اجاگر کیا ہے۔

اولیاء اللہ کے بارے میں عام خیال ہے کہ وہ کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرتے ہیں لیکن اس مقالے سے آپ کو پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنی تصانیف کے ذریعہ دین اور دنیا دونوں کی خدمت انجام دی۔تفصیلات میں عام لوگوں کی بات کہی ہے۔ دین کی بات کہی ہے اور یہاں کے رسم ورواج اور لوگوں کی زبان کا بھی حال لکھا ہے۔ان لوگوں نے گجرات کو اپنا وطن بنایا اور یہاں کی مقامی زبان کے ساتھ عربی، فارسی زبان کے الفاظ کے استعمال سے ایک نئی زبان ظہور میں آئی ہے جسے ''گوجری کہتے ہیں۔آج بھی یہاں کی گجراتی زبان میں عربی فارسی کے الفاظ بکثرت مستعمل ہیں۔مثلاً چشمہ، دواخانہ، قمیص، پیرہن، میز، کرسی، عدالت، وکیل سرشتہ دار وغیرہ وغیرہ۔(۱)

(۱) سابرنامہ: از مقالہ نگار ڈاکٹر باوصاف ترمذی

گجرات کے قدیم مدارس

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں گجرات کی مساجد میں مدارس قائم تھے، چونکہ یہی متقدمین کا طریقہ تھا،تعلیم کا پرانا طرز یہ تھا کہ استاد مسجد میں آکر بیٹھ جاتا اور اس کے گرد وپیش شاگردوں کا حلقہ بن جاتا، اساتذہ خالصاً للہ درس دیتے اور ان کے شاگرد چٹائیوں پر سوکر اور دور چراغ رکھ کر تحصیل علم کرتے تھے۔ بڑے بڑے شاہزادوں کو بھی اگر علم کا ذوق ہوتا تھا تو وہ بھی مسجدوں میں جاکر اور اساتذہ کے سامنے زانوے ادب تہ کر کے بیٹھتے تھے۔اسی اصول کے مطابق گجرات کی تمام مساجد جو اب کھنڈروں میں تبدیل ہوچکی ہیں کسی زمانہ میں عظیم الشان مدرسے تھے مگر اب ان کا سراغ لگانا مشکل ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنیؒ نے ''یاد ایام'' میں لکھا ہے:

''مرآۃ سکندری، کو شروع سے آخر تک پڑھا جائے ایک مدرسہ کا ذکر بھی نہ پائیں گے''۔

اس کے باوجود حکیم صاحب نے چند مدرسوں کا ذکر کیا ہے۔

عثمان پور سابر ندی کے کنارے ایک گاؤں تھا جس کو شیخ عثمانی متوفی ۸۶۳ھ نے اپنے نام پر آباد کیا تھا، بوجہ قرب واتصال کے اس کو احمد آباد کا ایک محلہ سمجھنا چاہئے، محمد شاہ کو شیخ عثمان سے حسن عقیدت تھی، شیخ نے عثمان پور میں مدرسہ قائم کر کے بادشاہ کی عقیدت کا صحیح مصرف تجویز کیا اس کے لئے عمارت تیار کرائی اور شاہی کتب خانہ کی اکثر کتابیں جو محمد شاہ کی عقیدت مندی کی وجہ سے ان کو حاصل ہوگئی تھیں طلبہ اور مدرسین کے مطالعہ کے واسطے وقف کردیں۔

خان سرور ایک تالاب کا نام ہے جو نہروالہ میں تھا اور بہت بڑا تفرج گاہ تھا اس کے گرد و پیش عالی شان عمارتیں تھیں ایک مدرسہ بھی تھا، معلوم نہیں کہ اس کو کس نے تعمیر کیا تھا، اس مدرسے کے اساتذہ میں سے ایک مولانا قاسم بن محمد گجراتی کا نام ملتا ہے جو قطب الدین احمد شاہ کے زمانہ میں تھے۔

نہروالہ میں شیخ حساالدین ملتانی کے مزار کے متصل بھی ایک مدرسہ تھا جس میں مولانا تاج الدین اور ان کے فرزند رشید محمد بن تاج درس دیتے تھے اور ان دونوں کا شمار اس زمانہ کے ممتاز اساتذہ میں تھا۔

ایک بہت بڑا مدرسہ سرخیز میں تھا، جہاں شیخ احمد کھتو گنج بخش کا مزار ہے۔ مزار کی عمارتیں محمد شاہ نے تعمیر کی تھیں غالباً مدرسہ کی عمارت بھی اسی نے تیار کی ہوگی، محمود شاہ، مظفر شاہ کے زمانہ میں الفقیہ حسن العرب الدابھولی اس مدرسہ کے اساتذہ میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

احمد آباد میں علامہ وجیہ الدین کا مدرسہ سب سے زیادہ مشہور ہے، اس مدرسہ میں طلبا کو وظائف بھی ملتے تھے۔ تقریباً پینسٹھ سال تک علامہ ممدوح نے اس میں تعلیم دی اور مرنے کے بعد اسی میں مدفون ہوئے اور ان کے فرزند مولانا عبداللہ ان کے جانشین ہوئے، صادق خاں نام کے ایک امیر نے مدرسہ کی عمارت از سر نو تیار کی جس میں طلبہ کے رہنے کے واسطے مکانات بنوائے اور وظائف کا معقول انتظام کیا۔

محترم سیف خان کا مدرسہ بھی احمد آباد میں تھا جس کو نواب سیف خاں نے قلعہ احمد آباد کے سامنے ۱۰۳۲ھ میں بنوایا تھا، یہ عمارت کے لحاظ سے بہت عالی شان مدرسہ تھا۔

احمد آباد میں ایک اور عالی شان مدرسہ تھا، جس کو نواب اکرام الدین

خاں گجرات نے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ کے صرفہ سے تعمیر کیا تھا، تعمیر کا آغاز ۱۱۰۲ھ اور انجام ۱۱۱۱ھ میں ہوا، اس میں دکانوں کے علاوہ موضع بھٹہ اور موضع اماس وظائف طلبہ کے لئے وقف تھے، اور زر خطیر یومیہ لنگر کے واسطے مقرر تھا، اس مدرسہ سے نامور استاذ علامہ نور الدین گجراتی تھے۔

سورت میں سید محمد بن عبداللہ السعید روسی کے مزار کے پاس حاجی زاہد بیگ نے بزمانہ تولیت شیخ جعفر صادق ؒ ۱۰۸۱ھ میں ایک مدرسہ تعمیر کیا تھا جس میں زمانہ دراز تک علوم وفنون کی تدریس ہوتی رہی۔

سورت میں مرجان شامی کی مسجد ہمیشہ مدرسہ کا کام دیتی رہی ہے نواب ظفریاب خاں نے اپنے زمانہ میں مدرسہ کے واسطے ایک خاص عمارت تیار کی جس کی تکمیل حاجی میاں نواب ممدوح کے پوتے کے وقت میں ہوئی۔

گجرات کے موجودہ مدارس

انگریزوں نے جب ہندوستان پر اپنا منحوس و ناپاک قدم ہی نہیں بلکہ خون خوار پنجہ رکھا تو اس نے اسلام دشمنی کی بنیاد پر اسلام کو ختم کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے اپنائے۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو عیش وعشرت میں مبتلا کرنے کے لئے سامان تعیش درآمد کیا۔ مسلمانوں میں انتشار وافتراق ڈالنے کے لئے فرقہ بازی کو ہوا دی۔ گوروں نے اسلام پر سب سے بڑا حملہ یہ کیا کہ مسلمانوں کا نصاب تعلیم تبدیل کر دیا۔ شروع میں مسلمان اپنے مذہبی لگاؤ کی وجہ سے جدید نصاب کی طرف متوجہ نہ ہوئے لیکن جب اسکولوں کے تعلیم یافتہ لوگوں کو انگریز سرکار سے اقتدار کی کرسیاں دی گئیں تو آہستہ آہستہ مسلمان لٹو ہوتا چلا گیا اور انگریز اپنی سازش میں کامیاب ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا

که صرف ایک صدی میں مسلمان اپنے اسلامی ورثہ کو بھول گئے۔

حکیم احمد شجاع صاحب سابق سکریٹری پنجاب لیجوسیسٹو اسمبلی ایک زمانہ میں پاک پتن جا کر مقیم ہوئے اور وہاں کے دینی مدرسہ کو حکام وقت کے مدد سے ہائی اسکول میں بدل دیا۔ جب تک یہ وہاں رہے وہ ہائی اسکول خوب چلتا رہا مگر جب وہ بدل گئے اسکول کی مالی حالت خراب ہوگئی اور وہاں کے مسلمانوں نے اس کے بجائے وہی اپنا پرانا دینی مدرسہ چلانا چاہا جس سے حکیم صاحب کو سخت صدمہ ہوا اور وہ مسلمانان پاک پتن کی شکایت لے کر ڈاکٹر اقبالؒ کے پاس پہنچے۔ حکیم صاحب اپنی کتاب خون بہا میں لکھتے ہیں کہ کسی اقدام سے پہلے میں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اپنے فیصلے کو ﴿ڈاکٹر اقبال﴾ کی رائے سے مضبوط اور مستحکم کروں۔ لاہور آکر میں نے پاک پتن شریف کے مسلمانوں کی یہ نفسیاتی کیفیت اور اپنے احساسات کی روئداد سر محمد اقبال کو سنائی، وہ پہلے تو حسب عادت میری باتیں غور سے سنتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں میرے احساسات سے ہمدردی ہے۔ پھر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگے۔ جب میں اپنی کہانی سنا چکا تو فرمایا جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی میں بھی وہی کچھ چاہتا تھا جو تم چاہتے ہو۔ انقلاب ایک ایسا انقلاب جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب اور متمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کر دے مگر یورپ کے دیکھنے کے بعد میری رائے بدل گئی ہے۔ ان دینی مدرسوں کو اسی حالت میں رہنے دو۔ اگر یہ ملاّں یہ درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا۔ جو کچھ ہوگا میں اسے اپنی آنکھ سے دیکھ آیا ہوں اگر ہندوستان کے مسلمان ان ﴿دینی﴾ مکتبوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح جس طرح ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور الحمرا اور باب الاخوتین کے سوا

اسلام کے پیرووں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا یوں ہی ہندوستان میں آگرے کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

پھر ان کی آنکھیں جواب آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ فضا کی وسعتوں میں کچھ دیکھنے لگیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہی ہیں ہمیں نظر نہیں آتا پھر اسی طرح فضا میں نظریں گاڑے اپنی سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی لے میں جوان کے آنسوؤں کے رُکے ہوئے طوفان کو اپنے اندر جذب کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی یہ اشعار پڑھنے لگے:

کل ایک شوریدہ بارگاہ نبی میں رو رو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
غضب ہے یہ مرشدان خود بیں خدا تیری قوم کو بچائے
مسافر ان راہ حرم کو راہ کلیسا دکھا رہے ہیں
یہ زائران حریم مغرب ہزار راہبر بنیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے ناآشنا رہے ہیں
سنے گا اقبال کون ان کو یہ انجمن ہی بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنا رہے ہیں(۱)

آج کتنے مسلمان ہیں جو کہ دینی مدارس کو دیکھ کر دل میں یہی سوچتے ہوں گے کہ کاش اس کی جگہ اسکول ہوتا کہ ہمارے بچے پڑھتے۔ اس دینی مدرسہ سے ہمارے بچوں کو کیا فائدہ گویا کہ آج کا مسلمان علم دین کو خیر باد کہہ چکا ہے اور مسلمان کے دل سے اسلام کا جنازہ نکل چکا ہے۔

(۱) خون بہا حصہ اول۔ ص ۴۳۸۔ منقول از رضائے مصطفےٰ

ایک وہ مسلمان تھا کہ اس کی زندگی ہی دین کے لئے تھی جیسے کہ سیدنا عبداللہ بن مبارکؒ ہر سال دین کے طالب علموں پر ایک لاکھ روپے خرچ کرتے تھے اور سیدنا فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں عرض کرتے کہ اگر آپ اور آپ کے درویش نہ ہوتے تو میں تجارت ہرگز نہ کرتا حضرت عبداللہ بن مبارک سیدنا فضیل بن عیاض اور آپ کے درویشوں طالب علموں کو یوں کہتے:

''آپ لوگوں کو کسی کاروبار کرنے کی ضرورت نہیں تم علم دین حاصل کرو اور میں تمہارا خرچہ برداشت کروں گا۔(۱)

اور ایک آج کا مسلمان ہے جو ان دینی اداروں سے نفور ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

ڈاکٹر اقبال نے سچ فرمایا کہ یہ انجمن ہی بدل گئی ہے اب یہ ادارے جن میں مسلمان کا دینی سرمایہ محفوظ ہے کسے اچھے لگتے ہیں۔ حکومت چاہتی کہ ان دینی مدرسوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان کی ہیئت ان کی روحانیت ختم کر دی جائے۔ ان دینی اداروں سے ان ملاّں لوگوں کو جو اقبال کی نظر میں اس ملت کے سرمایہ کے محافظ ہیں ہٹا کر انگریز کی معنوی اولاد کو مسلط کر دیا جائے نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اگر ﴿خدا نہ کرے﴾ یہ دینی ادارے حکومت کی تحویل میں چلے گئے تو ان اداروں سے دین کے محافظ ملت کے نگہبان تو پیدا نہیں ہو سکیں گے البتہ سرکاری اور ضمیر فروش مولوی وافر مقدار میں پیدا ہو سکیں گے جن کی وساطت سے حکومتیں ہر ناجائز کو آسانی سے جائز کر سکیں گی۔ مگر گجرات کے دینی مدارس و مکاتب حکومتی امداد کے بغیر بے لوث

(۱) تفسیر روح البیان۔ص ۲۹۵ جلد۱

خدمت انجام دے رہے ہیں اور یہاں کے دینی مدارس اپنی امتیازی و انفرادی خصوصیات کے بناء پر ملک بھر میں مشہور ہیں جس طرح اس سرزمین سے وابستہ علماء کرام اپنی علمی و دینی خدمات کے سبب پوری دنیا پر چھا گئے ٹھیک اسی طرح یہاں کے دینی مدارس کا بھی ایک منفرد مزاج اور اپنی شان و شوکت ہے۔ گجرات کے مدارس کی بلند و بالا عمارتیں، نظر کو خیرہ کر دینے والی مساجد کے منار و گنبد ملک کی دیگر ریاستوں کے مدارس کے لئے نمونہ ہیں۔

گجراتی علماء کی مذہب اور دینی علوم سے بے پناہ لگاؤ کے سبب یہ مدارس دن دونی رات چوگنی ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں اور ملک کے مختلف گوشوں سے طالبان علوم نبوت ان مدارس میں جوق در جوق تحصیل علم کیلئے آتے ہیں۔

صوبہ گجرات کے جو مدارس زیادہ مشہور و معروف ہیں ان میں، دارالعلوم اشرفیہ راندیر، جامعہ حسینیہ راندیر، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، دارالعلوم محمود نگر کنتھاریہ بھروچ، دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سورت، دارالعلوم ماٹلی والا عیدگاہ روڈ بھروچ، جامعہ علوم القرآن جمبوسر بھروچ، جامعہ قاسمیہ کھروڈ بھروچ، جامعہ مظہر و سعادت ہانسوٹ، دارالعلوم سعادت دارین بھروچ، جامعہ زکریا جوگواڑ بلساڑ، دارالعلوم مرکز اسلامی عمر واڑہ روڈ انکلیشور، دارالعلوم حمیدیہ پانولی بھروچ اور جامعۃ القرأت کفلیتہ سورت قابل ذکر ہیں۔ ان مدارس کی خدمات بے بہا کے پیش نظر ان کا تعارف ناگزیر ہے۔ قابل ذکر ہے کہ دارالعلوم کنتھاریہ اور دارالعلوم فلاح دارین کا تعارف نامہ جہد بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا اس لئے ان دونوں عظیم ادارے کے عدم تذکرہ سے ایک کمی کا احساس ضرور ہوگا۔

دارالعلوم اشرفیہ راندیر

دارالعلوم اشرفیہ راندیر کی بنیاد حضرت شاہ اسحاق صاحب محدث دہلوی، مہاجر مکی قدس اللہ سرہ اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری قدس اللہ سرہ کے ایماء ومشورہ سے حضرت الحاج اسماعیل محمد اشرف صاحب راندیر قدس اللہ سرہ نے حضرت مولانا محمد برکت اللہ صاحب سورتی کے دست مبارک سے ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں ڈالی۔ مدرسہ کے سب سے پہلے مدرس حضرت مولانا محمد برکت اللہ سورتی، تلمیذ رشید مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا محمد عیسیٰ گودھراوی کے شاگرد رشید مفتی صدرالدین صاحب مقرر ہوئے۔

التبلیغ نمبر ۵۹، آئینہ اشرفیہ کے مطابق دارالعلوم اشرفیہ میں تعلیمی شعبے کے علاوہ چار بڑے شعبے ہیں۔ شعبہ تبلیغ و اشاعت، دارالافتاء، کتب خانہ اور تذکرۃ الفارغین۔

دارالعلوم اشرفیہ میں داخلہ کے قوانین

آئینہ اشرفیہ میں داخلہ کے تعلق سے جو قوانین متعین کئے گئے ہیں ان میں درج ذیل قابل ذکر ہیں۔

۱۔ دارالعلوم اشرفیہ میں داخل ہونے والے طالب علم کی عمر چودہ سال ہونی چاہئے یہاں چودہ سال سے کم عمر کے طالب علم کا داخلہ نہیں ہوتا ہے۔
۲۔ جس طالب علم کے والدین مالدار ہیں ان سے ماہانہ خوراک کی فیس لی جاتی ہے۔
۳۔ دارالعلوم اشرفیہ میں ٹیلرنگ کی کلاس بھی ہوتی ہے جہاں طلبہ کو مفت میں ٹیلرنگ

سکھائی جاتی ہے۔
۴۔ ہر طالب علم کو جمعہ کی شب بعد نماز عشا تقریر کی مشق کرنی ضروری ہے
۵۔ دارالعلوم کے ہر قوانین پر عمل کرنا ہر طلباء کیلئے ضروری ہے خلاف ورزی کرنے والا سزا کا مستحق ہوگا۔

اسی طرح دارالعلوم اشرفیہ کے ضروری قوانین میں یہ بھی ہے کہ ہر ایک طالب علم پر ضروری ہے کہ وہ اپنا لباس، رہن سہن اور شکل وصورت اسلامی شریعت کے مطابق رکھے۔ کوئی بھی طالب علم مہتمم کی اجازت کے بغیر غیر حاضر نہیں رہ سکتا اگر کوئی بلا عذر غیر حاضر رہے گا تو سزا کا مستحق ہوگا۔

دارالعلوم اشرفیہ میں طلباء کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ یہاں طالبات کے لئے علیحدہ نظام ہے اور کیلئے مستقل ایک مدرسہ، مدرسہ نسواں قائم ہے جہاں بڑی تعداد میں لڑکیاں دینی تعلیم حاصل کررہی ہیں۔

اشرفیہ مدرسہ تو ہے پناہ علم دیں
دھوم ہے تری بزیر گنبد چرخ بریں

عزت دین متیں ہے قصۂ راندیر میں
تجھکو زیبا ہے اگر کہدیں حصار آہنین

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کا سنگ بنیاد ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں رکھا گیا، یہ ادارہ ۲۰۰۵ء اپنا صد سالہ جشن منا چکا ہے، اس طویل مدت میں بے شمار علماء و دانشوران نے تحصیل علم کے بعد دنیا کے گوشہ گوشہ میں جامعہ کے فیض کو عام کیا اور آج

بھی یہ سلسلہ بدستور جاری ہے اور جامعہ کا فیض پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

جامعہ کے بانی حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکی (المتوفی ۱۳۳۷ھ) ہیں جن کی محنت، اخلاص اور نیک جذبہ کے باعث جامعہ بہت جلد لوگوں میں متعارف ہوگیا اور دور دراز سے طلباء علمی تشنگی بجھانے کیلئے یہاں آنے لگے۔

مولانا بھامؒ کے انتقال کے بعد مولانا احمد بزرگ سملکیؒ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) مہتمم بنائے گئے انہیں کے دور میں ''مدرسہ تعلیم الدین'' سے جامعہ اسلامیہ میں تبدیل ہوگیا۔ ۱۳۴۶ھ میں جب امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور دیگر جید علماء دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوگئے تو مولانا احمد بزرگ، گجرات کے بااثر لوگوں کا وفد لیکر دیوبند حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں پہنچے اور ڈابھیل کی دعوت پیش کی۔ مولانا محمد بن موسیٰ سملکیؒ (افریقی المتوفی ۱۳۸۲ھ) جو شاہ صاحب کے خصوصی شاگرد خادم تھے، شاہ صاحب کو ڈابھیل کیلئے آمادہ کرنے میں بہت کارآمد ثابت ہوئے چنانچہ ان کے اصرار پر آپ نے ڈابھیل کا قیام منظور فرمالیا، اس طرح سے ۵/ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ میں اکابر دیوبند کے مبارک قدم ڈابھیل کی سرزمین پر پڑے، ان کی آمد سے اس غیر معروف بستی میں اچانک علوم نبوت کے پروانے ٹوٹ پڑے، پشاور، سندھ، کابل، قندھار، ترکی، برما، ڈھاکہ، بخارا، سمرقند اور دیگر ممالک کے علاوہ ملک کی مختلف ریاستوں سے طلباء جوق در جوق آنے لگے، صرف ایک سال ہی میں طلباء کی تعداد ۴۰۰/ سے تجاوز کرگئی جس میں دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد ۵۹، سب سے پہلی جماعت ۱۳۴۷ھ میں دورہ حدیث سے فارغ التحصیل ہوئی۔ ۱۳۴۷ھ سے ۱۴۲۶ھ تک جامعہ سے فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد تقریباً ۲۴۴۹ تھی اس وقت جامعہ کی عمر ۱۰۰ سال سے زیادہ ہے۔ اس پورے عرصہ میں یہاں سے ہزاروں اکابر، علماء، مشائخ، مفکر و مبلغ قائد و منصف

پیدا ہوئے جنہوں نے اسلامی تاریخ میں انقلاب آفریں مقام حاصل کیا، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے مختلف النوع کارناموں کو جاننے کیلئے تاریخ جامعہ ڈابھیل کا مطالعہ ضروری ہے۔ حضرت مولانا احمد حسن سعید بزرگ مہتمم جامعہ کی سرپرستی میں جامعہ کا فیض آج بھی عام ہے اور وہ ترقی کی سمت گامزن ہے۔ اللہ ان کے خدمات کو قبول فرمائے اور نجات کا ذریعہ بنائے۔

جامعہ ڈابھیل اے اسلاف کا خواب حسیں
مرکز امید ہے تو رشک فردوس بریں

ذہن میں آئے گا حضرت شاہ صاحب کا خیال
دل میں آئے گا جناب بدر عالم کا جمال

جامعہ حسینیہ راندیر

جامعہ حسینیہ راندیر کا قیام ۱۰/شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ مطابق یکم جون ۱۹۱۷ء میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ حضرت مولانا محمد حسین (جو حضرت شیخ الہندؒ کے فیض یافتہ تھے) منصب اہتمام اور جناب حافظ احمد موٹا صاحب منصب نظامت پر فائز ہوئے یہ حضرات تاعمر مدرسہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔

جامعہ حسینیہ راندیر ایک وقف ادارہ ہے جس کے مہتمم، نائب مہتمم اور ناظم جامعہ پر مشتمل ایک سہ رکنی کمیٹی ہوتی ہے، یہی کمیٹی مدرسہ کا انتظام وانصرام دیکھتی ہے جامعہ کے موجودہ مہتمم مولانا اسماعیل موٹا ہیں۔ ۱۹۵۴ء میں مولانا محمد ابراہیم (مہتمم ثانی) کی وفات کے بعد جامعہ کی وقف کمیٹی میں شامل ہوئے اور ۱۹۷۶ء میں حضرت

مولانا محمد سعید صاحب (مہتمم ثالث) کی وفات کے بعد مہتمم مقرر ہوئے اس کے بعد سے تاحال اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجادم دیتے رہے۔ان کی وفات کے بعد مولانا شیر احمد قاسمی درس حدیث کے علاوہ مہتمم کی ذمہ داری بھی بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں ہیں۔اللہ پاک اپنے فضل سے ان کے خدمات جمیلہ کو قبول فرمائے اور لمبے عرصہ تک ان کی اس صفت اپنی قدرت سے باقی رکھے۔

جامعہ حسینیہ کی حیثیت ہمیشہ ایک دینی وعلمی درسگاہ، دعوتی مرکز اور اسلام کے مضبوط قلعہ کی رہی ہے، گجرات واطراف کی فضاؤں پر چھائے ہوئے بدعات کے بادلوں کو چھنٹے اور اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانے اور اس کا مکمل مقابلہ کرنے میں جامعہ نے قابل قدر رول ادا کیا ہے۔

جامعہ کے منصب اہتمام پر ہر زمانے میں جید علماء فائز المرام رہے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ان میں میں حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ، حضرت مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحبؒ، حضرت حافظ احمد بن اسمعیل موٹا صاحبؒ، حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔

جامعہ کی تعلیم ابتداء سے دورۂ حدیث تک نو سال میں مکمل ہوتی ہے۔اس کے بعد سند فراغت دی جاتی ہے، جامعہ کا نصاب تعلیم بعض جزوی ترمیمات کے ساتھ درس نظامی ہے۔یہاں منطق وفلسفہ کے بجائے علوم شرعیہ، تفسیر حدیث، فقہ اور ادب عربی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے، ادب میں بھی قرآن وحدیث کے معجز نما ادب عالی سے طلبہ کو قریب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جامعہ کے چار تعلیمی، انتظامی، مالی اور اہتمام، بڑے شعبہ جات ہیں۔شعبہ

تعلیمی کے تحت، شعبہ تعلیم عربی، شعبہ تعلیم فارسی شعبہ تجوید وقرأت، شعبہ حفظ قرآن، شعبہ صف انگریزی، شعبہ صف عربی، شعبہ خوش نویسی، دار الصنائع، شعبہ کمپیوٹر اور شعبہ دار الافتاء شامل ہیں۔

جامعہ میں اسباق اور تعلیم کے علاوہ ایک علمی انجمن بھی ہے جو مہتمم کے زیر نگرانی چلتی ہے، اس کا مقصد ہر ہفتہ جماعتوں کی شکل میں قرب وجوار کی بستیوں میں دعوت دین دینا ہے۔اس کے علاوہ رمضان وبقرعید کی تعطیلات میں بھی طلبہ بڑی تعداد میں کم وبیش اوقات کے لئے جماعتوں میں جاتے ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو پکا اور سچا مسلمان بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔جامعہ حسینیہ کی ایک شاخ ''جامعہ دار القرآن'' کے نام سے سرخیز احمد آباد میں ہے۔۱۷ر فروری ۱۹۹۳ء میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن پالنپوریؒ کے دست مبارک سے اس کی بنیاد سرخیز احمد آباد میں رکھی گئی۔اس وقت دار القرآن کی ایک بڑی عمارت ہے جو انتالیس کمروں پر مشتمل ہے۔یہاں بھی طلباء کی خاصی تعداد تحصیل علم میں مصروف ہے۔

جامعہ نے ملکی سطح پر تعلیمی ومعاشی لحاظ سے پسماندہ دیہی علاقوں کی غریب مسلم بستیوں میں دینی تعلیم کے لئے مکاتب قرآنیہ کے تعاون کا سلسلہ شروع کیا ہے۔چنانچہ ملک کی مختلف ریاستوں میں ان کی تعداد تقریباً ۵۰ر تک پہنچ چکی ہے۔جامعہ حسینیہ راندیر سورت اکابر ومخلص علماء کرام کی بہترین یادگار ہے جو اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا

دار العلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا کا قیام ۱۰ر ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ مطابق

۷؍اپریل ۱۹۶۶ء میں عمل میں آیا۔اس مدرسہ کے محرک جناب حاجی موسیٰ ماٹلی والا ہیں۔سب سے پہلے ان کے دل میں ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ علاقے میں قوم کی حالت تعلیمی اعتبار سے انتہائی پسماندہ ہے اس لئے امت کو تعلیمی زوال سے باہر نکالنے کیلئے مدرسہ کا قیام ناگزیر ہے۔اس مقصد کی تکمیل اور علوم نبویہ سے قوم کے نونہالوں کو آراستہ کرنے کے نیک جذبہ کے ساتھ انہوں نے علماء کرام سے مشورہ کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا شیخ احمد اللہؒ (سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر) کے مشورہ اور خصوصی توجہ کے بعد مذکورہ تاریخ کو مدرسہ کے قیام کی خاطر ۱۴؍۱ ایکڑ زمین خریدی گئی اور یہاں سے ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا۔

اپنی خدمات جلیلہ کے سبب یہ مدرسہ بہت جلد لوگوں کی توجہ کا مرکز اور ملک میں اپنی شناخت قائم کرنے میں کامیابی کے ساتھ دارالعلوم ماٹلی والا کے نام سے شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

حدیث کی تعلیم کا آغاز

بھروچ کے علاقہ میں ایک عرصہ سے حدیث شریف کی باقاعدہ تعلیم نہیں ہوتی تھی، یہاں سے طلباء تعلیم حدیث کیلئے دوسرے مدارس کا رخ کرتے تھے۔اس کمی کا احساس نہ صرف ذمہ دار دارالعلوم ماٹلی والا کو تھا بلکہ اہل علاقہ بھی اس کو شدت سے محسوس کررہے تھے۔مگر ہر کام کا ایک وقت متعین ہے اور خدائے بزرگ و برتر اس مقررہ تاریخ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں اس طرح سے سب کام اپنے وقت پر انجام پذیر ہوتا ہے۔چنانچہ ایک وقت مسعود ایسا آیا کہ لوگوں اور اہل علم کا انتظار ختم ہوا، اور ۱۳۹۳ھ میں دارالعلوم میں حدیث شریف کی تعلیم کا آغاز ہوگیا۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی قاسمی بھاگلپوری فضلیہ نے سب سے پہلے مشکوٰۃ المصابیح کی تدریس سے اس سلسلے کا آغاز کیا اور پھر ایک سال بعد دورہ حدیث کی تعلیم کا نظم بھی بہ فضل تعالیٰ ہوگیا۔دورہ حدیث شریف کیلئے جن اساتذہ کا انتخاب عمل میں آیا ان میں حضرت مولانا محمد ابوالحسن علی بھاگلپوری، حضرت مولانا عبدالحنا ن قاسمی بالاساتھویؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بھٹیؒ قابل ذکر ہیں۔یہ حضرات تاحیات اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے۔ان کی کاوش جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں دارالعلوم ماٹلی والا کے فضلاء دینی خدمات میں مصروف ہیں اور علم ومعرفت کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔

دارالعلوم ماٹلی والا کے دیگر شعبوں میں شعبہ حفظ، شعبہ تجوید، تخصص فی قرأۃ شعبہ عشرہ، شعبہ تدریب فی الافتاء، شعبہ افتاء، شعبہ انگریزی، شعبہ خطاطی کافی اہمیت کے حامل ہیں۔

اھداف

☆ مسلمانوں کی نئی نسل کو علم ومعرفت سے آراستہ کرنا۔

☆ اور ان کے دل ودماغ کو اسلامی عقیدہ، بھائی چارگی اور اسلامی تہذیب وتمدن کے رنگ میں رنگنا۔

☆ مذکورہ اہداف کو پورا کرنے کیلئے عربی، فارسی اور اردو زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم کا انتظام کرنا۔

☆ مسلمانوں سے جہالت، شرک وبدعات اور رسوم قبیحہ کو ختم کرکے خالص توحید اور کتاب وسنت کا پابند بنانا۔

☆ طلباء کو تعلیم کے ساتھ ہنرمند بنانے تاکہ معاشی تنگی سے بچایا جاسکے

☆ طلباء اور نوجوانوں کو اخلاق و آداب کی تربیت دینی۔ اسلام دشمن تحریکوں اور اسلام پر ہونے والے حملوں سے لڑنے و مقابلہ کرنے کیلئے کتب و رسائل کی اشاعت وغیرہ۔

دارالعلوم ماٹلی والا میں ہر سال ہاسٹل میں مقیم طلباء کی تعداد تقریباً ۴۰۰ر ہوتی ہے۔
دارالعلوم کے اراکین شوریٰ کی تعداد ۱۸ر ہے۔ دارالعلوم ماٹلی والا گجرات کے بڑے اور قدیم مدرسہ میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں کے فضلا ملک و بیرون ملک پھیلے ہوئے ہیں اور دین و اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ (۱)

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر بھروچ

جامعہ علوم القرآن جمبوسر، بھروچ کا قیام ۱۹۸۸ء میں عمل میں آیا، ابتداء میں کرایہ کے مکان میں تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، اس کے بعد مدرسہ کے رکن مولانا علی پٹیل خانپوریؒ نے ایک قطعہ اراضی خرید کر جامعہ کو وقف کردیا۔ اس کے بعد شوریٰ نے جامعہ کا ماسٹر پلان تیار کیا اور اسی پلان کے مطابق مورخہ 28-6-1998 بروز بدھ حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ راندیر سورت گجرات اور دیگر اکابر گجرات کے مبارک دست سے مدرسہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
جامعہ کے قیام کے مقاصد کو ''تعارف جامعہ'' میں یوں بیان کیا گیا ہے۔
''۱۹۸۴ء میں خادم کا دارالعلوم ماٹلی والا کی ترجمانی میں دعوت و ارشاد کے عنوان پر یو۔ کے کا سفر ہوا۔ وطن مالوف کے مرکزی شہر جمبوسر میں ایک ادارہ کی نیت جو دل کے کسی گوشہ میں عرصہ سے مخفی تھی اور بار بار ایمانی و علمی غیرت کو ابھارتی رہتی تھی، اس وقت مزید مضبوط اور مستحکم ہوئی جب میرے دونوں استاذ حضرت مولانا یعقوب شیخ دیولویؒ اور حضرت مولانا یعقوب قاسمی کاوی زید مجدہ مقیم حال ڈیوزبری انگلینڈ نے

(۱) دیگر تفصیلات کیلئے دیکھئے تعارف دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا

خصوصی مجلس میں اس کی طرف توجہ دلائی، اساتذہ کے ایماء کو غیبی تائید اور اشارہ سمجھ کر نیت سے آگے عمل کے میدان کی طرف قدم بڑھانے کے ارادہ سے وطن واپس ہوا۔ اسی سال حق تعالیٰ نے حرمین شریفین ''زادہما اللہ شرفاً و اجلالاً'' حاضری کی سعادت بھی عنایت فرمائی، حج کے اس مبارک سفر میں بھی یہی خیال غالب رہا، قبولیت دعاء کی گھڑی اور ہر مقام پر بالخصوص مقام ابراہیم اور ملتزم پر خصوصی دعائیں کیں اور حق تعالیٰ سے اس کی ابتداء اور تکمیل اور استقامت کیلئے خصوصی فضل و کرم اور نصرت غیبی طلب کی۔ بالآخر وہ مبارک گھڑی بھی آگئی جو علوم القرآن کے قیام کیلئے کاتب تقدیر نے قلم کے ذریعہ لوح پر ثبت کی تھی، بالفاظ دیگر خالق کائنات نے اپنی مشیت سے جمبوسر شہر اور اطراف کو جامعہ علوم القرآن کی شکل میں خیر و برکت کا وہ سرچشمہ عطا کرنے کا فیصلہ کیا جو اس کی جہالت، ضلالت، لادینیت اور بدحالی و قحط سالی کو معرفت، ہدایت، دیانت اور فراخی و خوشحالی میں تبدیل کردے اور جو اس خطہ زمین کو ذکر الٰہی سے معمور کرکے اشک فلک بنادے''

جامعہ علوم القرآن میں تقریباً ۱۵ر تعلیمی و تربیتی شعبے قائم ہیں۔ ان میں شعبہ دینیات، شعبہ تحفیظ القرآن الکریم، شعبہ اردو، فارسی و عربی، شعبہ تجوید و قرأت، شعبہ حدیث شریف، انجمن ثمرۃ التربیت، منتدی اللغۃ العربیہ، جمعیۃ القرآن الکریم، شعبہ نشر و اشاعت، شعبہ افتاء و ارشاد، شعبہ صنعت و حرفت اور شعبہ مکاتب مساجد قابل ذکر ہیں۔
عصری علوم کی طرف بھی جامعہ کے منتظمین نے خاص توجہ دی ہے چنانچہ جامعہ کے احاطہ میں ایک پرائمری اور مولانا مدنی میموریل ہائی اسکول قائم ہے جو ہنوز ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ یہاں پانچوں کلاس سے لیکر 12 ویں تک کی تعلیم

کانظم ہے۔اس کے علاوہ ''حاجی احمد کرکھدوی والا ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ'' کے نام سے ایک ٹیکنیکل ادارہ بھی جامعہ کے تحت چل رہا ہے جس میں تقریباً 220 طلباء تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

جامعہ علوم القرآن کے مہتمم حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی ذی استعداد عالم دین کے ساتھ ساتھ باہمت اور قابل منتظم ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت ہی قلیل مدت میں جامعہ نے ترقی کی مختلف منزلیں آسانی سے سرکرلیا ہے اور آج ایک تناور درخت کی شکل میں موجود ہے۔ یہاں گجرات اور بیرون گجرات کے تقریباً 900 طلبا حصول تعلیم میں مشغول ہیں اگر اراکین جامعہ میں یہی خلوص برقرار رہا تو جامعہ کا مستقبل انتہائی درخشاں اور تابناک ہے۔رب کریم جامعہ بانی علوم القرآن کے سایہ عاطفت کوتادیر باقی رکھے۔

جامعہ علوم القرآن ہے　　یہ مشعل نور ایمان ہے
یہ مرکز رشد وعرفان ہے　　اور منبعِ آب حیواں ہے

جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ

جامعہ مظہر سعادت کا قیام اکابر علماء و بزرگان کے مشورہ سے ۸/جمادی الاولیٰ ۱۹۰۵ھ مطابق ۳۰/جنوری ۱۹۸۵ء بروز بدھ گجرات کے مردم خیز قصبہ ''ہانسوٹ'' میں عمل میں آیا، جامعہ کا نام حضرت محمد مظہر نانوتویؒ، حضرت مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا اسعد اللہؒ جیسی نابغۂ روزگار شخصیت کی جانب منسوب ہے۔جامعہ میں تعلیم کا آغاز ایک صاحب نسبت گمنام ولی، عاشق قرآن، شعبہ تجوید کے روح رواں دارالعلوم فلاح دارین کے صدر قاری حضرت انیس احمد جگن کے

ذریعہ کرایہ کے مکان میں ہوا۔اس وقت ایک مدرس مولانا منیر احمد ہردوئی اور تقریباً ۱۸/طلباء زیر تعلیم تھے، جامعہ مظہر السعادۃ کا جائے وقوع انتہائی دلکش اور پرکشش ہے، گردوپیش کا ماحول پرسکون اور مفرح ہے جو تحقیق وتجسس کی طرف دعوت دیتا ہے، ایک محقق اور علم ومعرفت کے متلاشی کیلئے جس ماحول کی طلب درکار ہوتی ہے جامعہ اس کام کیلئے موضوع اور مناسب ہے۔

جامعہ کے تعلیمی شعبوں میں درجات تجوید، درجہ حفظ، درجات اردو فارسی، تخصص فی الافتاء، تخصص فی الادب، تدریب فن حدیث، تدریب فقہ وفتاویٰ، تدریب میراث وفرائض، تدریب فن نحو وصرف، تدریب ادب عربی، تدریب فن تجوید اور تدریب انگریزی قابل ذکر ہیں۔

دورہ حدیث

اکابر علماء اور طلباء کے اصرار پر ۲۶/صفر المظفر ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۱/مئی ۲۰۰۱ء میں دورہ حدیث کیلئے ایک عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا، الحمدللہ یہ عمارت بہت جلد تیار ہوگئی، پھر کیا ۲۰/شوال ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۵/دسمبر ۲۰۰۳ء بروز پیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے بخاری شریف کا درس دیکر 'دورہ حدیث' کا افتتاح کیا۔اس پرمسرت موقع پر گجرات کے دینی مدارس کے ذمہ داران ومنتظمین کے علاوہ بڑی تعداد میں طلباء اور عوام موجود تھے۔

طلباء کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے لئے جامعہ میں متعدد انجمنین قائم ہیں جس کے توسط سے طلباء کو حالات وواقعات کی مناسبت سے تیار کیا جاتا ہے، تجربہ کار اساتذہ کی سرپرستی میں یہ انجمین چل رہی ہیں۔

جامعہ کے بانی حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظاہری مدظلہ العالی جس خلوص وللّٰہیت کے ساتھ جامعہ کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں خدا تا دیر قائم رکھے۔

دارالعلوم جامعہ زکریا جوگواڑ

دارالعلوم جامعہ زکریا جوگواڑ کا گجرات کے معروف مدارس میں شمار ہوتا ہے جامعہ زکریا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی کی جانب منسوب ہے، حضرت شیخ کی تمنا تھی کہ یہاں مدرسہ کے ساتھ خانقاہ بھی ہوتا کہ حصول علم کے ساتھ ذکراللہ میں بھی مشغول ہوں اس لئے کہ ذکر اللہ کی کثرت سے سارے فتنوں کا سدباب ممکن ہے، حضرت شیخ کی اس منشا کے مطابق دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا۔ قیام کے بعد سے ہی یہاں پانچ وقت کی نمازوں کے علاوہ تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین کا اہتمام ہوتا ہے، تہجد کی نماز کے بعد حفظ کے طلباء سبق یاد کر کے فجر کی نماز سے قبل سنا دیتے ہیں اور فجر کی نماز کے بعد ذکر کی مجلس منعقد ہوتی ہے جس میں طلباء واساتذہ دونوں شریک ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعد نماز ظہر فضائل کی کتب میں سے کسی کتاب کی تعلیم ہوتی ہے پھر مدرسہ دو گھنٹہ تک جاری رہتا ہے، جامعہ کی عمارت تقریباً ۲۷ درسگاہوں پر مشتمل ہے جس میں دارالاہتمام اور دفتر محاسبی بھی شامل ہے، جامعہ کے کتب خانہ میں مختلف علوم وفنون کی تقریباً سات ہزار سے زائد کتابیں موجود ہیں۔ طلباء کی تعداد ہر سال کم وبیش چار سو کے قریب رہتی ہے، ہر سال تقریباً دس طلباء کی دستار بندی سالانہ اجلاس میں ہوتی ہے، 2008 تک جامعہ سے ۸۰ سے زائد طلباء دورہ حدیث اور ۳۰۰ سے زائد طلباء حفظ مکمل کر چکے ہیں۔

دارالعلوم کے ماتحت اس کی دوسری شاخ ''دارالیتامیٰ والمساکین'' کے نام

سے ۲۶/دسمبر ۲۰۰۱ء میں قائم ہوئی، دارالیتامیٰ کی عمارت تین منزل پر مشتمل ہے، پہلی منزل میں مطبخ اور دارالطعام ہے، دوسری منزل میں دارالاقامہ اور تیسری منزل میں درسگاہ کا منصوبہ ہے، گجرات کے دیگر دینی مدارس کی طرح جامعہ زکریا بھی ترقی کی سمت گامزن ہے، جامعہ کے بانی ومہتمم حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب جوگواڑ (خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ) کی صحت وعافیت برقرار رہی اور ان کا خلوص قائم ودائم رہا تو مدرسہ کا مستقبل تابناک ہے۔

ان کے علاوہ کثیر تعداد میں بڑے چھوٹے مدارس ہیں جو حسب استطاعت دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ بعض بڑے مدارس کا تعارف نامہ باوجود کوشش کے ہمیں موصول نہیں ہوسکا اس لئے شامل مقالہ نہیں کر سکے مگر دوسرے ایڈیشن میں یہ کمی دور کردی جائے گی۔

☆☆☆

20 ویں صدی کے علماء گجرات

گجرات کی سرزمین ہر زمانے میں جید اور متبحر علماء سے سرشار رہی ہے یہ ریاست کبھی بھی علم ومعرفت سے بے بہرہ اور خالی نہیں رہی ۔علم وعلماء ومشائخ کے فیوض وبرکات اور کارناموں کی وجہ سے گجرات آج بھی پوری دنیا میں متعارف ہے اور گجراتی علماء کے بے بہا وبیش قیمت علمی کارناموں سے مستفید ہورہی ہے۔ یہاں کے مکاتب، مدارس، مساجد اور دیگر تعلیمی اداروں کی ملک و بیرون میں نہ صرف ستائش ہوتی ہے بلکہ وہ قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔عصر حاضر میں بھی گجرات کے مدارس اور علماء کی جوشان وشوکت ہے اسے دیکھ کر اسلام دشمن عناصر بھی داد تحسین دینے پر مجبور ہیں۔ظاہر ہے اپنے اکابر کے علمی خزانوں کی حفاظت کرنے والے بیسویں صدی کے علماء گجرات کی خدمات وکاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ علمی ودعوتی مہمات کو سر کرنے والی چند نمایاں شخصیات مسلسل اپنی دیگر مصروفیات کے باوجود اس راہ پر گامزن ہیں۔حالانکہ ان میں سے بہت سی شخصیات گجرات کو خیرآباد کہہ چکے ہیں اور دوسرے ممالک میں ہیں مگر وہاں بھی دعوت وتبلیغ اور پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ تصنیفی کام بھی انجام دے رہے ہیں۔ بیسویں صدی کے قابل ذکر علماء میں فخر گجرات مولانا محمد بن موسیٰ سورتیؒ، مولانا احمد بزرگ سورتیؒ، مولانا احمداللہ صاحبؒ، مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ، حضرت صوفی عابد میاںؒ، مولانا محمد بن یوسف لاجپوریؒ، مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی، مفتی احمد دیولا صاحب، مفتی عبداللہ پٹیل مظاہری صاحب ہانسوٹ، قاری عبدالحمید صاحب پانولی، مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی، مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری، مفتی احمد صاحب خانپوری،

مفتی عباس داؤد بسم اللہ صاحب ڈابھیل، مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری راندیر، مولانا شبیر احمد قاسمی صاحب راندیر، مولانا غلام محمد وستانوی صاحب اکل کوا، مولانا اسماعیل صاحب منوبری کنتھاریہ، مولانا محمد ابراہیم مظاہری صاحب کھروڈ، قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب کفلیتہ اور مولانا عبداللہ میاں صاحب سملک شامل ہیں۔ان حضرات علماء کرام کی خدمات سے اہل علم اور عامۃ المسلمین کو روشناس کرانے کیلئے تعارفی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد عبدالحئی کفلیتویؒ

مصنف ''البصائر فی تذکیر العشائر'' علامہ محمد عبدالحئی کفلیتویؒ کی ولادت ۱۲۸۳ھ میں ہوئی، آپ کے والد ماجد حافظ احمد بن سلیمان علماء نواز اور نیک صالح تھے، آپ کی پیدائش کے بعد اپنے شیخ مولانا لیاقت علی الہ آبادی کی خدمت میں لے گئے، حضرت شیخ نے درازی عمر اور حصول علم کی دعاء فرمائی اور ان کا نام ''عبدالحئی'' تجویز فرمایا، مولانا عبدالحئی جب سن تمیز کو پہنچے تو مکتب میں داخل ہوئے اور صرف تین سال کے عرصہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا، اس کے بعد اپنے ماموزاد بھائی مولانا ہاشم بن موسیٰ کفلیتوی سے بوستاں تک فارسی اور علم نحو وصرف کے علاوہ فقہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، مولانا ہاشم کی وفات کے بعد سورت چلے آئے اور حضرت مولانا محمد فاضل سورتی سے کافیہ، کنزالدقائق، شرح وقایہ، ایساغوجی، وغیرہ کتابیں پڑھیں (حضرت مولانا فاضل سورتی، مولانا شاہ محمد عبدالعزیز دہلوی اور حضرت مولانا شاح اسحاق محدث دہلویؒ کے فیض یافتہ تھے) مولانا فاضل کے انتقال کے بعد آپ ممبئی چلے آئے اور جامع مسجد کے مدرسہ اسلامیہ میں شرح جامی، قطبی، نورالانوار اور مختصر المعانی کا درس لیا۔۱۳۰۲ھ میں

بھوپال تشریف لے گئے اور وہاں مفتی محمد عبدالحق، مولانا سراج احمد، مولانا ظفر احمد، مولانا نذیر احمد، مولانا حافظ احمد اور مولانا شیخ حسین یمنی سے تحصیل علم کیا۔

مولانا عبدالحئی نے اپنے وقت کے جید علماء سے سبھی علوم وفنون کا درس حاصل کرنے کے بعد راندیر تشریف لے گئے اور مدرسہ محمدیہ میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے، آپ نے تقریباً نو سالوں تک رنگون میں بھی دعوت وخطابت کے فرائض انجام دیا، یہاں وعظ وتذکیر کے علاوہ تصنیف وتالیف کے کام میں بھی مشغول رہے اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں البصائر تذکیر العشائر، الطیب المرام، ادارۃ التنبیہ، الشہاب الثاقب، الخلافہ، القول المجلیٰ، سوانح علوم اسلامیہ، کلمۃ الفصل، نزہت الانظار، نسیم ابصار اور مدینۃ السفر وغیرہ قابل ذکر ہیں ان کتابوں کے علاوہ بہت سی ایسی کتابیں ہیں جو طبع ہوچکی ہیں البتہ بعض موسودات ایسے بھی ہیں جو شائع نہ ہوسکے۔

مولانا عبدالحئی کفلیتویؒ ۱۰؍رجب المرجب ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۶؍جون ۱۹۱۲ء میں اللہ کو پیارے ہوگئے اور رنگون کے مقبرہ عامہ میں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت مولانا صوفی عابد میاںؒ

حضرت مولانا صوفی عابد میاں کی ولادت ضلع نوساری کے ایک معروف علمی قصبہ ڈابھیل میں ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔ جدمحترم نے عابد میاں نام تجویز فرماتے ہوئے یہ بشارت دی کہ ''یہ بچہ مستقبل میں اپنے آباء واجداد کے نام کو روشن کرے گا''۔ ویسے بھی اس خاندان میں بے شمار عابد وزاہد اور اولیاء عظام پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت صوفی صاحب نے ابتدائی تعلیم ڈابھیل میں حاصل کی۔ بچپن سے نہایت درجہ کے ذہین وفہیم تھے۔ علوم حدیث آپ نے کانپور میں محدث کبیر مولانا انعام اللہؒ

سے حاصل کئے اس کے بعد دہلی آگئے اور مدرسہ امینیہ دہلی میں مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ شاہ جہان پوری کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور فن فقہ میں دسترس حاصل کی۔ پھر آپ تزکیۂ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قلب میں عشق الٰہی کی لو روشن کرنے کے لئے اس دور کی مشہور ومعروف تزکیہ گاہ خانقاہ جان جاناں میں حاضر ہوکر سراج السالکین امام الصالحین حضرت ابوالخیر مجددی نقشبندیؒ سے سلوک وطریقت کے آداب سیکھے۔ حضرت شیخ نے کامل توجہ اور سخت نگرانی میں اوراد ووظائف، ذکر واذکار اور روحانی فیض سے سرفراز فرماتے ہوئے خرقہ خلافت سے مالا مال فرمایا۔ علوم ظاہری وباطنی سے فیضیاب ہوکر وطن ڈابھیل آگئے۔ کچھ عرصہ ڈابھیل میں قیام فرما کر جنوبی افریقہ تشریف لے گئے۔ یہاں لوگوں کو روحانی فیض پہونچانے کے ساتھ چھوٹی بڑی کئی کتابیں تصنیف کیں۔ علماء نے ان کی کتابوں کو بنظر استحسان دیکھا اور اپنی قیمتی تقریظات سے نوازا۔

حضرت صوفی عابد میاں کی وفات یکم نومبر ۱۹۴۵ء میں جنوبی افریقہ کے شہر ''لیڈی اسمتھ'' میں ہوئی اور اسی شہر کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ جنوبی افریقہ میں آپ نے جو علمی ودینی خدمات انجام دیں وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ان کی چھوٹی بڑی تقریباً انیس (۱۹) کتابیں شائع ہوچکی ہے۔ بستان العارفین، بستان فاطمہ، وبستان عائشہ، رحمۃ للعالمین، صراط مستقیم، معراج المومنین، خلیل الرحمٰن، فضائل رمضان وشب قدر، نورالانوار، توشہ آخرت اور انوارالعارفین یادگار علمی کاوشیں ہیں۔ حضرت صوفی صاحبؒ کی متعدد کتابیں نایاب ہوچکی تھیں مگر یہ خوش آئند بات ہے کہ ان کی کتابیں حضرت مولانا قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب بانی ومہتمم جامعۃ القرآت کفلیتہ کی کاوشوں سے ازسرنو شائع ہورہی ہیں جس کے لئے مولانا قاری اسماعیل بسم اللہ صاحب یقیناً قابل مبارک باد ہیں۔

حضرت صوفی صاحبؒ کے علمی کارناموں کے علاوہ ان کی روحانی خدمات پر باضابطہ کام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کی زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

حضرت مولانا علامہ احمد اللہ صاحبؒ

مولانا احمد اللہؒ ۱۹۱۴ء میں گجرات کے ضلع سورت میں پیدا ہوئے، آپ کے والد الحاج شیخ اسماعیل خوش الحان اور معروف مؤذن تھے چنانچہ کئی سالوں تک افریقہ میں یہ خدمت انجام دی۔ جب افریقہ سے حج بیت اللہ کیلئے گئے تو وہاں بھی اذان کی اجازت حاصل کر کے اذان دی جس کو سن کر مکہ کے شیوخ نے ''شیخ المؤذنین'' کا خطاب عطا فرمایا۔

مولانا احمد اللہ راندیر کے مکتب اور گجراتی اسکول میں چوتھی کلاس تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ دینی ذوق غالب ہونے کے سبب والد محترم نے آپ کو ۱۹۲۶ء میں جامعہ حسینیہ راندیر میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل کیا اس وقت جامعہ حسینیہ کے مسند اہتمام پر مولانا محمد حسین صاحبؒ فائز تھے۔ یہاں سے آپ ۱۹۳۳ء میں فارغ ہوئے۔ جامعہ حسینیہ میں جن اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی ان میں مولانا سید شرف الدین آنندوی، مولانا ظہور الحسن ٹونکی، مولانا عبد الرحیم بورسدی، مولانا محمود الحسن صاحب سرحدیؒ اور مولانا احمد نور سورتی صاحبؒ شامل ہیں۔ راندیر سے فراغت کے بعد ازہر ہند دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں بھی اعلیٰ نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ دار العلوم میں اس وقت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مسند حدیث پر فائز تھے چنانچہ بخاری شریف حضرت شیخ الاسلام سے پڑھنے کا موقع میسر ہوا۔ اس دوران مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب محدث دیوبندی کی خدمت میں روزانہ بعد نماز عصر حاضر ہوتے اور آپ کے ملفوظات اور مشفقانہ نصائح سے مستفید ہوتے۔

۱۹۳۴ء میں مولانا احمد اللہ جامعہ حسینیہ میں درس وتدریس کے کام میں مصروف ہو گئے اور ۱۹۴۷ء میں حضرت الاستاذ مولانا احمد نور صاحب کی علیحدگی کے بعد شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ یہاں بخاری شریف کے علاوہ صحاح ستہ کی دوسری کتابیں بھی آپ کے ذمہ تھیں۔ ۲؍دسمبر ۱۹۸۳ء میں آپ کی وفات ہوئی، نماز جنازہ حضرت مولانا اسماعیل موٹا صاحبؒ مہتمم جامعہ حسینیہ نے پڑھائی اور جامعہ حسینیہ راندیر کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ مولانا احمد اللہؒ گوناگوں خصوصیات کے حامل تھے۔ حق گو واعظ، سادہ مزاج، متواضع و خوش طبع مگر باوقار چہرہ پر محبوبیت کے آثار، تکلفات اور حرص وطمع سے کوسوں دور، صبر وشکر کے پیکر، بلند ہمت، دریادل وفیاض، دین وملت کے خاموش خادم، ذاکر وشاغل، کم سخن، گوشہ نشیں، پابند شرع، متبع سنت، نمونہ سلف اور غناء قلب کی دولت سے سرشار تھے۔

مولانا نے فراغت کے بعد تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ اصلاحی بیانات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان کے مواعظ ایسے دور میں شروع ہوئے جب چہار جانب رسم ورواج، جہالت اور شرک وبدعات عام تھیں اور مخالفین بڑی تعداد میں موجود تھے، مگر آپ کے بیانات کی وجہ سے علماء حق کے لئے میدان ہموار ہوتا چلا گیا۔ ان کا سلسلہ وعظ کم وبیش پچاس برسوں پر محیط ہے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ، مؤرخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے آپ کے بیانات اور وعظ کی ستائش کی ہے۔ مولانا کے مواعظ کو گجرات کے ہی ایک عالم مولانا محمد یونس سورتی نے مرتب کیا ہے جو ''مواعظ اصلاحیہ'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور ہر خاص وعام میں مقبول ہے۔

حضرت مولانا احمد بزرگ سورتیؒ

حضرت مولانا احمد بزرگؒ کی ولادت ۱۲۹۸ھ یا ۱۲۹۹ھ میں گجرات کے گاؤں سملک

(سورت) میں ہوئی۔ تاریخی نام احمد تھا، اپنی نیک فطرت کی وجہ سے بچپن سے ہی بزرگ لقب سے مشہور ہوگئے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ عربی فارسی کی تعلیم کیلئے لاجپور تشریف لے گئے اور یہیں چار سال رہ کر مشکوٰۃ المصابیح اور ہدایہ اولین تک کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۱۸ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور چار سالوں تک مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ ان کے مشہور اساتذہ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی اور حضرت مولانا حافظ احمد صاحب نانوتوی رحمہم اللہ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔ فراغت کے بعد انہوں نے امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں اپنے گاؤں واپس آگئے۔ کچھ مدت کے بعد جنوبی افریقہ چلے گئے۔ ۱۳۳۵ھ میں جامع مسجد سورتی رنگون (برما) میں مفتی مقرر ہوئے اور تین سالوں تک وہاں افتاء کے ساتھ وعظ اور درس قرآن کا فیض پہنچایا، پھر ۱۳۳۹ھ میں مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے مہتمم بنائے گئے اور مدرسہ تعلیم الدین کو اپنی کاوشوں اور جہدِ مسلسل سے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں تبدیل کردیا۔ ۱۳۴۶ھ میں محدث عصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور دوسرے جلیل القدر علماء کو ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے آمادہ کرنے کا کارنامہ انہوں نے ہی انجام دیا تھا۔ مولانا احمد بزرگ اگرچہ سیدھے سادھے بزرگ تھے مگر ان میں انتظامی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں، ان ہی کے دور اہتمام میں برصغیر کے مختلف مقامات کے علاوہ افغانستان، بخارا، افریقہ، یورپ، فرانس، یمن اور حجاز تک کے طلبہ ڈابھیل میں علمی سیرابی کے لئے جمع ہوئے تھے۔ ۱۳۶۹ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ایک مجمع عام میں خلافت سے نوازا۔

آپ کی وفات ۵؍ربیع الاول ۱۳۷۱ھ کو ۷۲؍سال کی عمر میں ہوئی اور سملک کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ ۳؍دسمبر ۱۹۰۲ء میں گجرات کے قصبہ نوساری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب لاجپوریؒ اپنے وقت کے مشہور عالم دین تھے، مولانا سید عبدالکریم صاحب کے رفقائے درس میں مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ، مولانا یوسف لاجپوری، مولانا احمد بزرگ سملکی، اور بانی جامعہ ڈابھیل مولانا احمد حسن بھام سملکیؒ جیسے جید علماء گجرات شامل ہیں اور معروف تلامذہ میں فخر گجرات حضرت مولانا سید عبدالرحیم، مولانا سید عبدالاحد، اور مولانا موسیٰ بھیات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کی وفات ۲۷؍جولائی ۱۹۷۳ء میں راندیر میں ہوئی، نماز جنازہ مفتی سید عبدالرحیم صاحب نے پڑھائی اور راندیر کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے ابتدائی تعلیم جد امجد مولانا سید ابراہیمؒ سے حاصل کی، ان کے علاوہ حضرت مولانا سید عبدالحی قاضی صاحب، حضرت قاری عبدالستار لکھنویؒ اور مولانا شاہ صوفی سلیمان لاجپوری سے استفادہ کیا۔ دارالعلوم اشرفیہ میں حفظ کی تکمیل فرمائی۔ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں مدرسہ محمدیہ عربیہ میں داخل ہوئے اور چھ سال رہ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی۔ ۲۰؍شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں آپ کو سند فضیلت دی گئی۔ یہاں جن اساتذہ سے آپ نے مختلف کتابیں پڑھیں ان میں مولانا محبّ اللہ، مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری، مولانا مفتی محمود حسن اجمیریؒ، مولانا محمد حسین راندیریؒ اور مولانا احمد نور پشاوریؒ شامل ہیں، چند اسباق حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھنے کا بھی شرف حاصل ہوا، فراغت کے

آخری سالوں میں فتویٰ نویسی کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا مفتی صاحب تحقیق سے جوابات لکھتے تھے، آپ کے معروف تلامذہ میں مولانا احمد اللہ صاحب، مولانا قاری نور گت، مولانا قاری احمد دیسائی، قاری ابراہیم ٹکلی، مولانا محمد شریف بخاری، مولانا محمد حنیف افریقی، قاری یعقوب ٹنکاروی، قاری رشید اجمیری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بیعت و اصلاح کے سلسلہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے تعلق قائم فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے اور حضرت مدنی کی وفات کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے استفادہ فرمایا۔

آپ زبردست عالم دین، ممتاز فقیہ اور ریاست گجرات کے مفتی اعظم رہے۔ فتاویٰ رحیمیہ جو آٹھ جلدوں میں شائع ہوکر مقبول عام ہے، مولانا کا عظیم علمی کارنامہ ہے۔ فتاویٰ رحیمیہ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انہوں نے اپنے کمال علمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پیچیدہ مسائل کو بھی بڑی آسانی سے حل فرمادیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فتاویٰ رحیمیہ ہر دور میں علمی حلقوں میں مقبول رہی ہے۔ مفتی صاحب فراغت کے بعد سے ہی جامعہ حسینیہ راندیر میں درس وتدریس میں مشغول ہوگئے تھے۔ درس وتدریس کے علاوہ حضرت مولانا محمد حسینؒ کی نگرانی میں فتاویٰ لکھنے کا کام پوری توجہ اور مستعدی سے شروع کردیا تھا اور آخر عمر تک اس کام میں مصروف رہے۔ آپ نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے غائبانہ بیعت کی تھی بعد میں حضرت تھانویؒ سے ملاقات کا بھی شرف حاصل ہوا۔

مفتی صاحب کا فقہ وفتاویٰ میں اتنا بلند مقام تھا کہ معاصرین میں اس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ آپ کی اہم ترین تصنیف ''فتاویٰ رحیمیہ'' کی قدر ومنزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ نے ایک دفعہ مدینہ سے تحریر فرمایا:

''فتاویٰ رحیمیہ سے یہاں مدینہ میں لوگوں کو بہت فیض پہونچ رہا ہے

میں بھی وقتاً فوقتاً سنتا رہتا ہوں، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے فرمایا کہ حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری کے فتاویٰ بہت مکمل و مدلل ہوتے ہیں اور بہت سے جدید حالات اور نو پیدا مسائل پر مشتمل ہیں۔ سیر حاصل اور مدلل بحث ہونے کی وجہ سے ہم سب خادموں کیلئے بھی بے حد مفید ہے''

حضرت مفتی صاحب کی پوری زندگی دینی وعلمی مشاغل میں گزری اور سیکڑوں لوگ فیضیاب ہوئے ایسے نادر روزگار اور صاحب کمال شخصیت صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے 98 سال کی عمر میں ۱۸؍نومبر ۲۰۰۱ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور راندیر کے قبرستان نے اس علم وفضل کو امانت الٰہی کے طور پر چھپا رکھا ہے۔ اللہ اپنی رحمت سے سایہ فگن فرمائے۔

حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحبؒ

جامعہ اشرفیہ راندیر کے سابق شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیریؒ کی ولادت ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء پشاور (پاکستان) میں ہوئی۔ آپ کے والد جناب عبداللہ صاحب کا شمار اچھے تاجروں میں ہوتا تھا، ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن شریف وغیرہ اپنے وطن میں ہی حاصل کیا، سولہ سال کی عمر تک وطن مالوف میں ہی رہے اس کے بعد دینی تعلیم کے شوق نے آپ کو اجمیر پہنچایا، اس وقت اجمیری میں مدرسہ معینیہ بڑا دارالعلوم شمار کیا جاتا تھا اسی کی شہرت کے سبب آپ یہاں چلے آئے اور باضابطہ مدرسہ میں داخلہ لیا، شروع میں آپ کا دل نہیں لگا مگر ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں ڈرو نہیں انشاء اللہ العزیز آسانی ہوجائے گی، اس کے بعد آپ کا دل مطمئن ہوگیا، مدرسہ معینیہ میں جن اساتذہ سے آپ نے

زانوئے تلمذ طے کیا ان میں مولانا عبدالرحمٰن عراقی، مولانا محمد یونس میرٹھی، مولانا معین الدین چشتی بہاریؒ اور مولانا محمد شریف قابل ذکر ہیں۔ ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں فراغت ہوئی، فراغت کے بعد ''ناگور'' تشریف لے گئے جہاں تیس سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر اجمیر تشریف لائے کچھ ایام یہاں رہ کر دارالعلوم اشرفیہ راندیر سورت کی تدریسی دعوت قبول فرمائی، یہاں حضرت مولانا عبدالحق پشاوریؒ کے پاکستان چلے جانے کے بعد بخاری شریف کا درس آپ کے سپرد کیا گیا اور تاحیات آپ اس عظیم ذمہ داری کو نبھاتے رہے۔ حضرت مولانا اجمیری کا اصلاحی تعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے تھا، جامعہ اشرفیہ میں ہزاروں تشنگان علوم نبوت نے آپ سے اکتساب فیض کیا، آپ کا درس مختصر لیکن جامعہ ہوا کرتا تھا، متن حدیث مقصود اصلی ہوتا اور ہر حدیث کا ترجمہ خوب اہتمام کے ساتھ ہوتا پھر سند پر بھی بقدر ضرورت کلام فرماتے، حضرت مولانا اوقات کے نہایت پابند تھے گھنٹی بجتے ہی سبق شروع کردیتے اور وقت کے مکمل ہوتے ہی بند کردیتے، اتباع سنت میں آپ اپنی مثال آپ تھے، خود بھی اتباع سنت کا اہتمام فرماتے اور طلباء کو بھی اس کی تاکید فرماتے، آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے ان میں حضرت مفتی احمد خانپوری، حضرت مولانا یعقوب سارودی، حضرت مولانا ابواویس یعقوب بھڑکودروی، مولانا یعقوب اشرف، حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری، مولانا ابراہیم دیولوی اور مولانا سلیمان جھانجھی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں، یہ علماء بھی ہندوبیرون ہند دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور آپ کے درس وتدریس کا تعلق پچاس سال سے بھی زیادہ کی مدت پر پھیلا ہوا ہے۔

حضرت مولانا اجمیریؒ کی وفات ۲۴ر نومبر ۱۹۹۴ء میں ہوئی، جس محلّہ میں آپ مقیم تھے اس کا نام ''مولانا محمد رضا اجمیری اسٹریٹ'' رکھا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد بن موسیٰ سورتی افریقیؒ

مولانا محمد بن موسیٰ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگ میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباواجداد ایک عرصہ سے جنوبی افریقہ میں ہی مقیم تھے مگر تعلیم وتربیت کیلئے ان کو ہندوستان بھیج دیا۔ یہاں آپ نے پالنپور میں مولانا نذیر احمد پالن پوریؒ سے تحصیل علم کیا اور ۱۳۴۲ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۴۴ھ میں فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم میں محدث عصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے، حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی کا رنگ ان پر ایسا غالب آیا کہ نشست و برخاست، چال، ڈھال، بات چیت اور تمام طور وطریق سے ہوبہو اپنے استاذ کا نمونہ بن گئے، دولت مند ہونے کے باوجود مزاج اور رہن سہن میں انتہائی سادگی اور تواضع تھی۔ امور خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور نہایت فیاضی سے خرچ کرتے تھے، عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی زبان سے بھی بخوبی واقف تھے۔

فراغت کے بعد آپ جوہانس برگ چلے گئے۔ اپنے وسیع ترین تجارتی کاروبار کے ساتھ ساتھ بڑے پیمانے پر دینی خدمات انجام دیتے رہے، اسلامی اور عصری علوم کی تعلیم کے لئے جوہانسبرگ میں واٹرفال اسلامک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا، اس کی عالیشان عمارت تعمیر کرائی، انسٹی ٹیوٹ کے تمام مصارف خود پورے کرتے تھے، دارالعلوم دیوبند کے طریقہ کے مطابق مفت تعلیم کے ساتھ طلباء کے لئے قیام وطعام کا نظم بھی تھا، جمعیۃ علماء ٹرانسوال کے ہمیشہ صدر رہے، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تعمیر وترقی میں ان کا مالی تعاون اور جماعت کا بڑا دخل ہے، علمی کاموں سے بھی ہمیشہ شغف رہا ''مجلس علمی ڈابھیل'' کے نام سے ایک تصنیفی ادارہ قائم کرکے اہم علمی کتابوں کے شائع کرنے کا انتظام کیا، اس کے بھی تمام مصارف اپنے

ذمہ رکھے، علامہ ظہیر حسن شوق نیموی بہار (متوفی: ۱۳۲۲ھ) کی کتاب آثار والسنن پر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری صاحبؒ کے دست خاص سے لکھے ہوئے حواشی کی مائیکروفلم لے کر اہل علم کے لئے شائع کیا۔ اس کے علاوہ بھی اس مجلس سے متعدد علمی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔

خاص طور پر امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی تصانیف کے علاوہ امام زیلعیؒ کی نصب الرایہ علیٰ احادیث الہدایہ اور فیض الباری علی صحیح البخاری خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے ''مُصنف ابن عبدالرزاق'' کو انہیں کے صاحبزادوں کی مالی اعانت سے ایڈٹ کر کے شائع کیا ہے۔

مولانا محمد بن موسیٰ سورتی نے ضلع سورت اور اس کے اطراف میں دینی مکاتب کا ایک وسیع نظام انجمن خدام الدین کے عنوان سے قائم کیا۔ یہ مولانا کے ایسے کارنامے ہیں جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ آپ کی وفات ۲۱/ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶/اپریل ۱۹۶۳ء میں جوہانسبرگ میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لاجپوریؒ

مولانا محمد یوسف لاجپوری گجرات کے صاحب کشف و کرامت بزرگ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوریؒ کے نواسے تھے۔ ان کی ولادت ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں لاجپور میں ہوئی۔ ابتدائی اور فارسی کی کتابیں حضرت عاف باللہ صوفی صاحبؒ سے اور کتب عربی نحو و صرف تا مشکوٰۃ و جلالین حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوریؒ سے پڑھیں۔ اس کے بعد حجۃ اسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ کے تلمیذ رشید امام المحد ثین مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی سے حدیث پاک کی تعلیم حاصل کی اور ۱۳۲۳ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ حضرت

مولانا عبدالعلی صاحبؒ کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ اور حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں آپ کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں بھی تقریباً چھ سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیں، پھر اپنے نانا جان صوفی صاحب کے قائم کردہ مدرسہ ''صوفی باغ سورت'' میں مسند درس و اہتمام پر جلوہ افروز ہوئے اور یہاں آپ سے جن علماء نے فیض حاصل کیا ان میں مولانا علی محمد تراجوی، حضرت مولانا اسماعیل بسم اللہ صاحبؒ اور مولانا عبدالسلام صاحب صوفی لاجپوری خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مدرسہ صوفی باغ کی انتظامی ذمہ داری اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا، آپ نے نورالایضاح کا ترجمہ کیا ''سرورالنجاح'' کے نام سے ۱۹۲۴ء میں جب مدرسہ اسلامیہ صوفیہ کے صدر مدرس و مہتمم کے منصب جلیل پر فائز تھے، شروع کیا اور کتاب الصلوٰۃ تک مکمل فرمایا، مصروفیات کی وجہ سے اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ سرورالنجاح کے علاوہ ''باغ عارف'' کی ترتیب آپ کا عظیم علمی کارنامہ ہے۔ مولانا نے علامہ شوق حسن نیمویؒ (م۱۳۲۲ھ) کی ''آثار السنن'' کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے، یہ کتاب ایک عرصہ تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوسکی تھی۔ اگر یہ مفید اور کارآمد تصنیف نہیں شائع ہوئی ہے تو اہل خیر حضرات کو اس طرف جلد توجہ دینی چاہئے تاکہ یہ علمی اثاثہ ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکے۔ ان کے علاوہ بھی مختلف رسائل و مضامین غیر مطوعہ ہیں۔ خدا کرے اہل علم حضرات اس کی اشاعت و طباعت کی طرف متوجہ ہوں۔

مولانا شاعرانہ ذوق بھی رکھتے تھے بقول مولانا ابراہیم ڈایا لاجپوری ''ہمارے علاقہ میں فارسی کلام میں مولانا کا کوئی ثانی نہیں تھا''

اردو اور فارسی میں آپ کا کلام شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ مولانا

موصوف نے اپنے شیخ کی وفات پر ایک مرثیہ لکھا تھا جس کے چند اشعار اس طرح ہیں یہ اشعار فنی اعتبار سے آراستہ ہیں۔

آج اشک خون سے یہ آسماں روتا ہے کیوں
اور سورج، چاند بھی بے نور یوں ہوتا ہے کیوں
آج عالم میں فغان و شعور برپا ہوگیا
ٹوٹا عالم، کیا قیامت آج قائم ہوگی
قبر سے ہرمردہ زندہ ہوکر کھڑا ہوتا ہے کیوں
اے صبا کچھ تو خبر لادے دل بے تاب کو
آج جی میرا بدن سے نکل جاتا ہے کیوں
کوئی کہتا ہے کہ سایہ سر سے تیرے اٹھ گیا
آہ یہ کیا ہوگیا پھر سایہ وہ آتا ہے کیوں
آج تاج اولیا قطب زماں کی موت سے
کیوں نہیں مرتا تعجب ہے کہ تو جیتا ہے کیوں
اے میرے مولا، میرے آقا میرے ہادی شفیق
آپ کا خادم یہاں اب تک پڑا رہتا ہے کیوں

حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے زندگی کی صرف پچپن بہاریں ہی دیکھیں کہ امراض کا حملہ ہوا اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، وقت موعود آچکا تھا چنانچہ ۱۸/شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۵/اکتوبر ۱۹۳۷ء کو آپ نے جان جاں آفریں کو سپرد کردی۔ مولانا علی محمد صاحب تراجویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دین کی یہ امانت خاک کے سپرد کردی گئی۔

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوریؒ کی ولادت ۳/ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ بروز پنجشنبہ لاجپور میں ہوئی، اصل نام احمد میاں اور تاریخی نام مرغوب احمد ہے۔ ابتدائی و فارسی کی تعلیم حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے حاصل کی، بعدہ حضرت مولانا احمد میاں صاحبؒ سے علوم فارسی کی تکمیل کے بعد ۱۳۱۵ھ سے عربی کی تعلیم شروع کی اور ۱۳۱۸ھ کے اختتام تک صرف ونحو، فقہ، اصول فقہ، شرح تہذیب اور مشکوٰۃ شریف پڑھی ۱۳۱۹ھ میں جامع العلوم کانپور میں داخلہ لیا اور ۱۳۲۰ھ میں طاعون پھیلنے کی وجہ سے دہلی چلے گئے۔ رمضان دہلی میں گزارنے کے بعد شوال میں دیوبند پہنچے۔ حضرت شیخ الہند نے آپ کا امتحان لیکر داخلہ فرمایا۔

حضرت مفتی مرغوب احمدؒ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے درسی ساتھی تھے۔ ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ عبدالرب دہلی سے دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ چند سالوں تک گجرات کے ہی مدرسہ اسلامیہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب راندیریؒ کے اصرار سے رنگون کا سفر کیا۔ وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ کی داغ بیل ڈالی، عربی اور فارسی کے مدرس ہونے کے ساتھ ہی دارالافتاء کی جملہ ذمہ داریوں کو آپ نے بحسن خوبی نبھایا۔ آپ کا علمی ذوق بہت عمدہ تھا۔ آخر عمر تک کتابوں کے بہت شائق رہے۔ صاحب فراش ہونے کے باوجود ذوق مطالعہ میں کمی نہیں آئی۔ حضرت شیخ محمد بن طاہر پٹنی، المحدث حضرت مولانا صوفی احمد میاں صاحب لاجپوری، حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکی، حضرت مولانا قاری اسمٰعیل راندیری اور حضرت مولانا حافظ غلام محمد صاحب راندیری کے تذکرے ۱۳۷۱ھ سے ۱۳۷۳ھ تک مسلسل ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوتے رہے۔ فقیہ ومفسر حضرت

مخدوم علی مہائمیؒ کا ترجمہ ماہنامہ البلاغ ممبئی دسمبر ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔ ان کے علاوہ جمع الاربعین فی تعلیم الدین، توحید الاسلام، ارکان اسلام، سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات آپ کی یادگار تصنیفات ہیں۔

مولانا نے کئی سال صاحب فراش رہنے کے بعد؍جون ۱۹۶۲ء میں داعی اجل کو لبیک کہا، نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے پڑھائی۔

حضرت مولانا محمد عمر پالنپوریؒ

حضرت مولانا محمد عمر بن وزیر الدین کی ولادت ۵؍ستمبر ۱۹۲۹ء میں ممبئی میں ہوئی، ابھی زندگی کی صرف ۸ بہاریں دیکھیں تھیں کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ یتیم ہوگئے والدہ ماجدہ جو خود تو تعلیم یافتہ تو نہیں تھیں مگر ایک اہل علم خاتون کی صحبت میں رہ کر کافی کچھ سیکھ لیا تھا، انہوں نے بچپن سے ہی اس نہج پر تربیت فرمائی کہ آپ لوگوں کے آئیڈیل بن گئے، پانچویں تک اسکول میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد ۱۹۴۲ء میں والدہ کے ہمراہ اپنے وطن گٹھامن گجرات چلے آئے، اتفاق سے ان دنوں مولانا عبدالحفیظ جلال پوری گٹھامن پڑھانے کی غرض سے تشریف لائے ہوئے تھے۔

چنانچہ مولانا محمد عمر کو والدہ نے مدرسہ میں بھیجنا شروع کردیا، استاذ کی محنت اور ذہین ہونے کے سبب ایک سال میں آپ نے تقریباً پچاس کتابوں کو پڑھ لیا۔ جب سالانہ امتحان کا موقع آیا تو حضرت مولانا نذیر احمد نے امتحان لیا۔ آپ سبھی کتاب میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے۔ ۱۹۴۴ء میں اپنے استاذ مولانا عبدالحفیظ کے ہمراہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، داخلہ امتحان شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ نے لیا، اس امتحان میں بھی آپ کو کامیابی ملی، دارالعلوم میں مولانا محمد عمر پالنپوری نے اس قدر محنت کی کہ صحت متاثر ہوگئی، پوری رات میں صرف دو گھنٹے آرام فرماتے نتیجتاً ٹی بی کا مرض لاحق ہوگیا، کسی طرح

سالانہ امتحان سے فراغت کے بعد ممبئی چلے آئے، یہ واپسی ۱۹۴۵ء میں ہوئی، ممبئی میں چند دنوں قیام فرمانے کے بعد چالیس روز کیلئے جماعت میں چلے گئے اور مرکز حضرت نظام الدین دہلی پہنچے، اسی سفر میں حضرت مولانا یوسف سے بیعت ہوگئے۔

آپ کا عقد ۱۹۴۶ء میں ہوا اور رخصتی ۱۹۵۰ء میں عمل میں آئی۔ اس درمیان تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، والدہ کی آرزو کی تکمیل کیلئے ہر لحہ مشغول رہے گھریلو حالات پریشان کن تھے مگر آپ عزم وہمت کے پہاڑ تھے کسی بھی تکلیف کو خاطر میں نہ لاتے اور ہمہ تن تحصیل علم میں منہمک رہتے، دارالعلوم دیوبند میں دوسری بار جون ۱۹۵۵ء میں دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا اس وقت دارالعلوم میں یگانہ روزگار اساتذہ موجود تھے۔

دارالعلوم میں ہمہ تن تعلیم میں مشغول رہنے کے باوجود اپنے مربی رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی نصیحت پیش نظر رہی ”تمہیں تعلیم بھی حاصل کرنا ہے اور تبلیغ بھی کرنا ہے“ دارالعلوم سے ۱۹۵۶ء میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

تکمیل تعلیم اور تبلیغ کے لمبے سفر کے بعد ۱۹۵۷ء کے اخیر میں اپنے وطن گٹھامن تشریف لے گئے تو گاؤں والوں نے ماحول کی مناسبت سے گفتگو کی اور کہا! گاؤں کا مدرسہ ویران ہو رہا ہے اور آپ کو باہر کی فکر ہے۔ چنانچہ جب گاؤں والوں نے مجبور کیا تو آپ تیار ہوگئے اور گاؤں میں درس وتدریس کے ساتھ دعوت کے کام میں بھی مصروف رہے۔ حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی وفات کے بعد آپ مستقل طور پر مرکز حضرت نظام الدین نئی دہلی میں رہنے لگے۔ مولانا محمد عمر پالنپوری نے مرکز حضرت نظام الدین میں متواتر تیس سالوں تک فجر کی نماز کے بعد بیان کا عمل جاری رکھا، آپ کی اس خدمت کو دعوت وتبلیغ کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا، آپ کا انتقال ۱۹۸۹ء کو سورت میں ہوا اور وہیں تدفین ہوئی۔

وفات کے وقت مولانا ۶۸ سال کے تھے، بیس مرتبہ حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔ بیرونِ ملک کے ۸۱ سفر کئے، اندرون ہند کے اسفار کی تعداد ناقابل شمار ہے۔

حرمین شریفین اور سعودی عرب کے مختلف شہروں کے علاوہ مولانا نے جن ممالک کا دورہ کیا، ان کے نام یہ ہیں:

بیت المقدس، بحرین، دبئی، ابوظہبی، لبنان، شام، کویت، مصر، اردن، قطر، الجزائر، تیونس، مغرب اقصیٰ، ترکی، یوگوسلاویہ، بلغاریا، فرانس، اسپین، امریکہ، کناڈا، کینیا، زامبیا، روڈیشیا، جنوبی افریقہ، ری یونین، موریشش، آسٹریلیا، فیجی، سنگاپور، انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لینڈ، فلپین، سوڈان، پاکستان، بنگلہ دیش اور روم وغیرہ۔

مولانا بے شمار خوبیوں کے مالک تھے: تواضع، انکسار، حلم اور جود وسخا کے پیکر، علم وعلماء دوست، ان کے بڑے قدرداں تھے، طلبہ پر خصوصی شفقت وتوجہ ان کی طبیعت ثانیہ تھی، انہیں اخلاقی اور مادی مدد دیتے اور دعائیں لیتے، فقرا، مساکین، تنگ دستوں اور بیواؤں کی بڑی خبر گیری کرتے، خود اور دوسروں کے ذریعہ سے بھی ان کے حالات معلوم کرتے رہتے، ان کے لئے عطیہ ہائے فطرت کے مثل تھے۔ ہوا، پانی اور روشنی کی طرح عام وارزاں۔ ان پر جان چھڑکتے، کسی کے یہاں رنج والم کا موقع ہوتا تو سب سے پہلے حاضر ہوتے، بھاگے بھاگے پھر رہے ہوتے، ان کو کھانا کھلانا، حسب ضرورت سامان دینا، ان کی مزید ضرورتوں کو نظر میں رکھنا، ان کی فکر کرنا، اپنے سر اوڑھ لیتے۔ بڑے چھوٹے ہر ایک کی خدمت، یکساں احساس لذت ومسرت اور تن دہی سے کرتے، مکافات اور معاوضہ لینے کا احساس، شاید ان کے اندر پیدا ہی نہیں کیا گیا تھا، (لا نرید منکم جزاء ولا شکورا) کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

مولانا کا مخلصانہ طرز عمل اور احسان، فقرائے ہند کے ساتھ خاص نہ تھا، بیرون ہند خصوصاً پاکستان وبنگلہ دیش کے بہت سے ضرورت مند حضرات ان کے احسان مند ہیں۔ ہر جگہ مولانا نے اپنے افراد مقرر کر رکھے تھے، جو ان کے حالات کی خبر رکھتے اور مولانا کو مطلع کرتے، مولانا کی روانہ کردہ امداد ان تک پہنچاتے۔ ان کی وفات سے کتنے لوگ، بے کس وبے سہارا ہوگئے۔

ان کی توجہ کا ایک اہم پہلو مریض کی عیادت ہے، خود بھی کرتے، دوستوں اور احباب کو بھی اس کی تلقین وتاکید کرتے کہ یہ سنت ہے اور باعثِ اجر وثواب۔ ان کے یہاں ہر کام کو اپنے وقت پر انجام دینے کا بڑا اہتمام ملتا ہے، سستی، کاہلی اور اضاعت وقت کے نام سے وہ واقف نہ تھے۔

فقہ، حدیث اور حیات صحابہ کے مطالعہ کے رسیا تھے، شب بیداری اور تہجد کے پابند تھے۔ سفر، حضر، مرض، صحت میں کبھی بھی، اس معمول میں معمولی فرق بھی نہ آتا۔ سنت نبوی کا اتنا پابند کم دیکھنے میں آیا، اگر کوئی سنت چھوٹ جاتی، تو حسرت وافسوس کے مارے بے حال ہو جاتے تھے، احباب ورفقا کو حکم تھا کہ ہر چھوٹی بڑی سنت کی یاد دہانی کراتے رہیں۔

طبیعت میں بلا کی مہمان نوازی تھی، اگر کسی وجہ سے اس کا موقع نہ ہوتا، تو مہمان کو کچھ روپے نقد دے دیتے، جیسا کہ اکابر علماء ہند، مثلاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ (متوفی ١٣٦٢ھ/١٩٤٣ء) کا معمول تھا۔

> میانہ مائل بہ پستی قد، بڑا سا سر، پھریری ہلکی داڑھی، کشادہ پیشانی، گٹھے اعضاء، گندمی کھلتا ہوا رنگ، صلاح وتقویٰ کے سبب تاباں وروشن چہرہ، شب بیداری اور خوف خداوندی سے معمور آنکھیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے۔(١)

حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ

مولانا محمد سعید راندیری (سابق مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات) کی ولادت ٦؍رمضان المبارک ١٣٢٧ھ مطابق ٢٢؍ستمبر ١٩٠٩ء میں راندیر کے ایک علمی گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد مولانا حکیم محمد ابراہیم راندیری مفتی اعظم محمد کفایت اللہؒ شاہجہاں پوری، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ اور محدث عصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کے فیض یافتہ تھے اور دار العلوم دیوبند کے مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے ہیں وہ اپنے وقت کے معروف عالم دین

(١) پس مرگ زندہ

تھے۔ جامعہ حسینیہ راندیر کی باگ ڈور اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی اس لئے مولانا محمد سعید بچپن میں ہی جامعہ میں داخل ہوگئے اور ابتدائی تعلیم سے دورہ حدیث تک کی تعلیم عم محترم مولانا محمد حسین کی نگرانی میں حاصل کی۔ جامعہ سے ہی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء میں سند فراغت حاصل کی، اس وقت جامعہ میں بڑے قابل اور ماہر فن علماء موجود تھے، جن اساتذہ سے آپ نے تعلیم حاصل کی ان میں مولانا محمد حسین (بانی جامعہ حسینیہ راندیر) مولانا محمود الحسن سرحدی المعروف، مولانا اجمیریؒ اور مولانا مفتی کفایت اللہ شاہ جہان پوریؒ قابل ذکر ہیں۔

۱۹۳۲ء میں جامعہ حسینیہ سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ امروہی اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند سے علمی فیض حاصل کیا، دارالعلوم دیوبند سے علمی استفادہ کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے اور مفتی اعظم محمد کفایت اللہ کی خدمت میں رہ کر افتاء کی مشق فرمائی۔ ان اکابر علماء سے علمی فیوض برکات حاصل کرنے کے بعد اپنے والد حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحبؒ کے ساتھ اہتمام اور مدرسہ کی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دینے لگے۔ اس دوران درس وتدریس کا عمل بھی جاری رہا، اسی دوران آپ نے ابتدائی صرف ونحو کے علاوہ مختلف علوم وفنون اور حدیث وفقہ کی کتابوں کا درس دیا، مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے مولانا غلام رسول بورسدیؒ کا قول ہے کہ مولانا موصوف نے تقریباً ۲۶؍سال تک مشکوٰۃ جلد ثانی پڑھائی، جامعہ میں جو فتاوے آتے تھے ان کا جواب بھی مولانا خود ہی دیا کرتے تھے، اور اساتذہ سے بھی فتاوے کا کام لیتے تھے تاکہ ان میں بھی فتاویٰ نویسی کی استعداد پیدا ہو، ۱۹۵۴ء میں جب والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو اہتمام کی پوری ذمہ داری آپ کے سپرد کردی گئی جس کو آخری دم تک آپ نے

انجام دیا۔ کچھ مدت علیل رہنے کے بعد ۶۹ سال کی عمر میں ۶؍نومبر ۱۹۷۶ء کو وفات پائی اور راندیر کے قبرستان میں ہزاروں اشکبار آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک ہوئے۔

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب

مولانا عبداللہ اسماعیل حسین کاپودروی کی ولادت ۱۹۳۳ء میں رنگون (برما) میں ہوئی۔ ۱۹۳۷ء میں اپنے والد کے ہمراہ ہندوستان آگئے اس کے بعد ابتدائی تعلیم کا آغاز آبائی گاؤں کاپودرا میں ہی حافظ ابراہیم کے پاس ہوا۔ ۱۹۴۴ء میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخل ہوئے۔ یہاں انہوں نے عربی دوم تک کی کتابیں مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ اور صوفی محمد ابراہیم سے پڑھیں۔ ۱۹۴۹ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ آپ نے دارالعلوم میں متوسطات کی تعلیم حضرت مولانا نصیر احمد خاں، حضرت مولانا معراج الحق، حضرت مولانا عبدالجبار اعظمی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن رحمھم اللہ سے حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۳ء میں فراغت حاصل کرنے کے بعد دوبارہ ۱۹۵۹ء میں دیوبند گئے اور مولانا فخر الدینؒ احمد مرادآبادی سے حدیث شریف کا درس لیا۔ فراغت کے بعد ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۵ء تک گجرات کے مشہور مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر سورت کے مہتمم بنائے گئے۔ یہاں آپ نے تقریباً ۲۷؍سالوں تک درس وتدریس کے فریضہ کو بحسن وخوبی انجام دینے کے ساتھ تصنیف و تالیف کے کام میں بھی مشغول رہے۔ اس دوران مدرسہ کے انتظامی امور کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ دعوتی فریضہ بھی انجام دیتے رہے۔ دعوتی فریضہ کو مزید عام کرنے کیلئے آپ نے ہندوستان کو خیرآباد کہہ دیا اور ۱۹۹۴ء میں کنیڈا تشریف لے گئے۔

آپ کا اصلاحی تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے رہا۔ مگر بیعت

کی اجازت حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری اور حاجی فاروق سکھڑوی اور حضرت مولانا نعیم اللہ صدیقی نقشبندی سے ملی۔

مولانا عبداللہ کاپودروی کی علمی لیاقت وصلاحیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ''دیوان الامام الشافعی'' جیسی معرکۃ الآرا کتاب جو ہندوستان کے متعدد مدارس میں شامل نصاب ہے، کا اردو ترجمہ کیا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ اس سے قبل نہیں ہوا تھا جس کی وجہ سے اردوداں طبقہ امام شافعیؒ کے اشعار کو سمجھنے سے قاصر تھا، ان اشعار کی معنویت وافادیت سے پوری طرح مستفید نہیں ہوسکتے تھے۔ مولانا نے اس کمی کو دور کرکے اردوداں کے لئے یہ احسان عظیم کیا ہے اس ترجمہ کی اہمیت اس وجہ سے بھی بڑھ گئی ہے کہ شروع میں حضرت مولانا نے الامام الشافعیؒ کے حالات زندگی کو بھی شامل کتاب فرمایا ہے۔ مولانا عبداللہ کاپودروی ہم عصر گجراتی علماء میں علمی ذوق، تصنیف وتالیف کے مذاق، تاریخ وسیر کے گہرے مطالعہ اور عربی زبان و ادب سے بے پایاں شغف کے حوالے سے نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مولانا نے دارالعلوم فلاح دارین، ترکیسر گجرات کو اپنی علمی، تعلیمی، تربیتی اور انتظامی لیاقت کے سبب گجرات ہی نہیں ہندوستان کے بہترین مدارس کی صف میں لاکھڑا کیا۔ فی الحال آپ کینیڈا میں ہی مقیم ہیں اور اپنی علمی وتالیفی سرگرمیوں کو جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔ دوجلدوں میں صدائے دل، افکار پریشاں قابل ذکر تصانیف ہیں۔

خدا دیر تک سلامت رکھے تاکہ بے شمار کار خیر آپ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوسکے۔

حضرت مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی

مولانا یعقوب اسماعیل منشی قاسمی یکم جون ۱۹۴۳ء کو ضلع بھروچ کے کاوی گاؤں

میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسکول میں ہوئی لیکن طبعی طور پر وہ اسکولی تعلیم سے خوش نہیں تھے چنانچہ انہوں نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ کا داخلہ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے نام سے قائم مدرسہ امدادیہ میں کرایا گیا اور ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں عربی کی تعلیم کے لئے دارالعلوم اشرفیہ عربیہ اسلامیہ راندیر میں داخل ہوئے اور یہیں درس نظامی کی پوری تعلیم مکمل کی۔ واضح ہو کہ اس زمانہ میں پورے گجرات میں صرف چار بڑے مدرسے تھے۔ دو سورت کے متصل راندیر میں جب کہ تیسرا ڈابھیل اور چوتھا آنند میں۔ اس کے بعد آپ ۱۹۵۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۴ء میں فراغت حاصل کی۔ آپ کے مشہور اساتذہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی، حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا فخر الحسن، حضرت مولانا ظہور احمد رحمہم اللہ ہیں۔ مولانا علمی صلاحیت اور محققانہ نظر کی وجہ سے علمی حلقوں میں کافی مقبول ہیں اور آپ کی تحریریں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ مولانا تقریباً چالیس سال سے ڈیوزبری برطانیہ میں عصر حاضر کے جدید مسائل پر کام کررہے ہیں۔ آپ کے متعدد رسائل شائع ہوچکے ہیں۔ مجلس تحقیقات شرعیہ برطانیہ کے بانی و رئیس ہیں۔ علاوہ ازیں برطانیہ اور دوسرے ملکوں کی بے شمار کمیٹیوں اور فقہ اکیڈمیوں کے ممبر ہیں۔

مولانا کی جو کتابیں منظر عام پر آئی ہیں ان میں ''برطانیہ واعلی عروض البلاد پر صبح صادق وشفق کی تحقیق''، برطانیہ میں اوقات نماز کے تازہ مشاہدات پر ایک نظر، اوقات صوم و صلوٰۃ برطانیہ وآئرلینڈ، اسلامی ماہ اور رویت ہلال شریعت اور علم فلک کی روشنی میں 'برکات اعمال' سعودی عرب کی رویت کی شرعی تحقیق اور اسلامی قانون نکاح وطلاق قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں قدیم مراجع

فقہ اور عصر حاضر کی جدید کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، کتاب میں نکاح وطلاق، خلع وتفریق بین الزوجین جیسے اہم مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، اسی طرح نکاح کی فضیلت، طلاق نہ دینے کی اہمیت، خلع کے مطالبہ کی ضرورت اور غیر دارالاسلام میں شرعی قاضی نہ ہونے کی صورت میں عدالت اور کورٹ کچہری سے بچنے اور صلح صفائی کی کوشش کرنے اور علماء کی شرعی کونسل کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ برطانیہ کے حالات کے تناظر میں بہت سے اہم اور فکر انگیز معلومات شامل کتاب ہیں۔ یقیناً مولانا یعقوب قاسمی صاحب ان چند خوش نصیب و باتوفیق علماء دین میں سے ہیں جنہوں نے برطانیہ میں رہ کر بھی اپنی دینی وعلمی شخصیت کو مادیت کے سیلاب میں بہنے نہیں دیا اور دین وایمان کی فکر کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ برطانیہ سے باہر کی دنیا سے بے خبر ہیں بلکہ دیگر ممالک کی علمی ودینی سرگرمیوں سے بھی واقف اور مربوط ہیں۔ مالک حقیقی ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور عمر وصحت میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی

بانی جامعہ علوم القرآن جمبوسر بھروچ گجرات حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی ۱۹؍دسمبر ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دیولا میں ہی مولانا یعقوب شیخ اور مولانا ابراہیم دیولوی سے حاصل کی۔ فارسی کی تعلیم حضرت مولانا یعقوب قاسمی، مشکوٰۃ مولانا احمد بیات، مسلم شریف مولانا اعظم طالع پوری اور بخاری شریف محدث کبیر حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمی محدث سے پڑھیں ۱۹۶۹ء میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل سے فراغت حاصل کی۔

فتاویٰ انہوں نے ۱۹۷۱ء میں حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے اور ''حجۃ

البالغہ'' حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے پڑھیں۔ اس کے بعد جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تقریباً ۵؍سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۷۶ء سے ۱۹۸۱ء تک مدرسہ تعلیم الاسلام لوناواڑہ میں مشکوٰۃ، جلالین اور ابوداؤد شریف کا درس آپ کے ذمہ تھا۔ ۱۹۸۱ء سے ۲۰۰۰ء تک دارالعلوم ماٹلی والا بھروچ میں ہدایہ اولین، ابوداؤد شریف، ابن ماجہ، بخاری شریف، مسلم شریف اور موطین کا درس دیا۔

۱۹۸۸ء میں جامعہ علوم القرآن کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۰۰۱ء سے تاحال جامعہ کے اہتمام کے ساتھ ابوداؤد شریف کا درس دے رہے ہیں۔ مفتی احمد صاحب معاصر علماء میں علمی ودعوتی سرگرمیوں کے سبب نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا تدریسی تجربہ کافی طویل ہے اس لئے جدید فارغین کی ایک بہترین کھیپ آپ کے ہاتھوں تیار ہوئی ہے۔ ان کی لیاقت، صلاحیت، انتظامی امور میں کامل دسترس کے سبھی معترف ہیں۔ دین داری اور اخلاق کریمانہ کے سبب ہر خاص وعام میں مقبول ہیں۔ سوانحی خاکہ ترتیب دینے میں بھی انہیں مہارت حاصل ہے، دیوان الامام الشافعی میں امام موصوفؒ کا سوانحی خاکہ اس کا بین ثبوت ہے، انتہائی سلیس اور سادہ مگر دلکش اسلوب میں انہوں نے یہ سوانحی خاکہ لکھا ہے۔

مولانا کا ہنوز دینی وعلمی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ خدائے پاک آپ کی خدمات کو قبول فرمائے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم مظاہری

مولانا محمد ابراہیم مظاہری کی ولادت 28 مئی 1952 میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ سورت سے ہوا۔ ۱۹۶۷ء میں حافظ اسحٰق صاحب کے

یہاں تکمیل حفظ ہوئی اور ۱۹۶۸ء میں عربی و فارسی کی تعلیم کیلئے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ لیا۔ یہاں اس وقت گجرات کے معروف عالم دین مسند تدریس پر فائز تھے۔ مدرسہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں جن اساتذہ سے انہوں نے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری، مولانا عبدالرشید کیات، مولانا ابراراحمد دھولیوی، مولانا امین الرشید دمنی قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے جامعہ مظاہرعلوم سہارنپور تشریف لے گئے۔ مظاہرعلوم میں آپ نے تقریباً پانچ سال تعلیم حاصل کی اور ۱۹۷۷ء میں سند فراغت سے فیض یاب ہوئے، یہاں آپ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا ان میں حضرت مولانا محمد اللہؒ صاحب (سابق ناظم جامعہ مظاہرعلوم) حضرت مولانا محمد سلمان صاحب، حضرت مولانا یعقوب سہارنپوری، حضرت علامہ یامین صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری، حضرت مولانا مفتی یحیٰ صاحبؒ، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب اور حضرت مولانا عبدالعزیز رائپوریؒ شامل ہیں۔

جامعہ مظاہرعلوم سے فراغت کے بعد مولانا محمد ابراہیم اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا محمد اللہ صاحب کی وساطت سے جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور چلے گئے۔ یہاں آپ نے بیضاوی شریف، جلالین شریف، شرح عقائد، مختصرالمعانی اور سلم العلوم کا درس بحسن خوبی انجام دیا، کاشف العلوم میں قیام کی مدت بہت کم رہی۔ اس کے بعد جامعہ رشیدیہ ناری نرولی میں تشریف لے گئے، اور ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۵ء تک نحو میر سے لیکر ہدایہ تک کی تمام کتابیں آپ کے درس میں شامل تھیں، یہاں تقریباً پانچ سالوں تک آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں، بعدہٗ اپنے وطن مالوف کھروڈ بھروچ چلے گئے اور وہیں ۱۹۸۲ء میں جامعہ قاسمیہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی لگن اور خلوص کے سبب

جامعہ قاسمیہ نے بہت قلیل مدت میں کافی عروج حاصل کرلیا۔ ۱۹۸۶ء تا حال مولانا جامعہ میں ہی تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یہاں کنزالدقائق، بیضاوی شریف، جلالین شریف، مشکوٰۃ شریف اور ابوداؤد شریف کا درس آپ کے ذمہ ہے۔

درس و تدریس کے علاوہ ملی مسائل میں بھی بھرپور دلچسپی لیتے ہیں، مسلمانوں کے عائلی و دیگر اہم مسائل کو اپنے حسن تدبیر سے چٹکی میں حل کردیتے ہیں۔ رہن سہن میں اس قدر سادگی اور متانت ہے کہ ایک نظر میں لوگ یہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں کہ یہی وہ عالم باعمل ہیں جو بڑے سے بڑے اور پیچیدہ علمی وملی مسائل کو پل بھر میں حل فرمادیتے ہیں۔

مولانا ابراہیم مظاہری نے ابتداء میں حضرت مولانا ابراراحمد دھولیویؒ سے اکتساب فیض کیا ان کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری مد ظلہ العالی سے رجوع کیا اور یہ تعلق ابھی تک قائم ودائم ہے۔

آپ کی سرپرستی میں جامعہ قاسمیہ کھروڈ بھروچ روز بروز ترقی کے منازل طے کررہا ہے، خدا نظر بد سے بچائے اور حضرت مولانا کو صحت وعافیت نصیب فرمائے۔ آمین

مفتی احمد ابن محمد صاحب خانپوری:

حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری کی پیدائش ۲۷ رشوال المکرّم ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۴ رستمبر ۱۹۴۶ء بروز منگل رات کو ۱۰ بجے قریۂ خانپور جس کو خانپوردہ بھی کہا جاتا ہے میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام محمد تھا جو کہ عالم نہیں تھے، مگر نیک وپرہیزگار تھے، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت تھے، بچپن ہی سے نیکی اور پرہیزگاری کے مجسم پیکر تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بڑی صلاحیت وذہانت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم خانپور کے ہی مکتب میں حافظ ابراہیم قاضیؒ اور حافظ حسن شاہ خانپوریؒ سے

حاصل کی۔ ابتدائی عربی سے لے کر دورۂ حدیث تک کی تعلیم دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں حاصل کی۔ یہاں آپ کے مشہور اساتذہ میں مولانا اشرف راندیریؒ، مولانا عبدالغنی کاویؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد رضا اجمیریؒ قابل ذکر ہیں۔ دارالعلوم اشرفیہ سے فراغت کے بعد آپ ۱۳۶۶ھ میں اکتساب فیض کے لئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دارالعلوم دیوبند میں مفتی صاحب نے مولانا نصیر احمد خانؒ، مولانا محمد حسین بہاریؒ، مولانا وحید الزمان کیرانویؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ ہندوستان کی مشہور درسگاہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے منصب تدریس حدیث پر فائز ہیں، تو دوسری طرف اپنی بیعت وارشاد کے ذریعہ ہزاروں روحانی مریضوں کی مسیحائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، آپ وقت کے دوررس نبض شناس مدبر ومربی ہیں، اللہ رب العزت نے آپ کو حیرت کن مقبولیت سے سرفراز فرمایا ہے، آپ کی ہندوستان خصوصاً صوبہ گجرات میں ایک شان ہے۔ محمود الفتاوی آپ کا عظیم علمی کارنامہ ہے جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جسے مولانا عبدالقیوم راجکوٹی نے مرتب کیا ہے۔ یہ آپ کا ایک ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی ہر زمانہ میں علماء اور اہل علم دانش نے نہ صرف پذیرائی کی ہے بلکہ بھرپور استفادہ کیا ہے۔ فی الحال آپ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے صدر مفتی کے عہدے پر فائز ہیں۔ جدید فارغین کی ایک اچھی کھیپ آپ کے ہاتھوں تیار ہوئی ہے۔ آپ کے خصوصی تلامذہ میں مفتی عباس داؤد بسم اللہ، نائب مفتی جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل اور مفتی محمود سلیمان بارڈولی استاد حدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے علاوہ ایک طویل فہرست ہے جو گجرات سمیت ملک وبیرون ملک میں علمی ودینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عباس صاحب

مولانا عباس صاحب کی ولادت گجرات کے معروف قصبہ ڈابھیل میں ۲۳؍صفر المظفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱؍اکتوبر ۱۹۵۵ء میں ہوئی۔

آپ کا نام عباس بن حافظ داؤد ہے جو دادا محترم حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہؒ نے تجویز کیا، مفتی صاحب ڈابھیل کے مشہور خاندان ''بسم اللہ'' سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم جامعہ ڈابھیل میں حافظ ابراہیم ہاشم بسم اللہ اور حضرت مولانا قاری ایوب شیخ ترکیسری، مولانا حیدر علی ہتھوڑویؒ سے حاصل کی۔ اس دوران اسکول میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ نے تین سال میں حافظ ابراہیم پھریا کی نگرانی میں حفظ مکمل کیا، فارسی اول، دوم اور عربی اول کی کتابیں ڈابھیل میں ہی مولانا موسیٰ بسم اللہ، مولانا عبدالاول سامرودی، مولانا رشید احمد کیات ڈابھیلی سے پڑھیں۔ مفتی صاحب کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ بچپن سے ہی نہایت ذہین تھے جو کتابیں پڑھتے انہیں محفوظ کر لیتے۔ سبق یاد کرنے میں انہیں کبھی دشواری نہیں ہوتی۔

جن نابغۂ روزگار اور مشاہیر علماء سے آپ نے تحصیل علم کیا ان میں حضرت مولانا ایوب اعظمیؒ، مولانا حمد اللہ لکھنوی، حضرت مولانا غلام محمد نرولی، حضرت مولانا یوسف کاویؒ، مولانا فضل الرحمٰن اعظمی، حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی، حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری اور مولانا قاری احمد اللہ قابل ذکر ہیں۔

مفتی صاحب سبھی درجوں میں ممتاز نمبرات سے کامیاب ہوئے، دورہ حدیث میں اول پوزیشن برقرار رہا، فراغت کے بعد آپ نے افتا میں داخلہ لے لیا اور ایک سال افتا کی تعلیم کے دوران حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی سے شرح عقود رسم المفتی،

الاشباہ والنظائر، مقدمہ درمختار نیز افتا کی مشق کرتے رہے، پھر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور جا کر حضرت مولانا مفتی یحییٰؒ سے افتا کا امتحان دیا اور ۱۴۰۳ھ میں افتا سے فراغت حاصل کی۔ فراغت کے سال ہی جامعہ ڈابھیل میں بحیثیت معین مفتی تقرر ہوا، اس دوران مختلف علوم وفنون کی بڑی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں، فی الحال حضرت مفتی صاحب جامعہ ڈابھیل میں نائب مفتی کے طور پر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ طحاوی شریف، نسائی شریف اور مؤطا امام مالک کا درس بھی آپ کے ذمہ ہے۔

جامعۃ القرأت کفلیتہ میں گزشتہ چند سالوں سے بخاری شریف کا درس بعد نماز مغرب دے رہے ہیں۔ اس سے قبل یہاں مشکوٰۃ شریف ثانی کا بھی دو سالوں تک درس دیتے رہے، یہ خدمت آپ بلا معاوضہ انجام دے رہے ہیں۔

بیعت و خلافت

مفتی صاحب نے زمانہ طالب علمی ہی میں مصلح الامت حضرت شاہ مسیح اللہ خاں جلال آبادیؒ سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ۱۴۰۳ھ جب مظاہر علوم سہارنپور افتاء میں داخلہ کیلئے گئے تو امتحان کے بعد جلال آباد تشریف لے گئے۔ ملاقات کے بعد حضرت والا نے فرمایا میں آپ کے اخلاص کی وجہ سے بیعت کر لیتا ہوں۔

حضرت کے انتقال کے بعد دیوبند کے سفر میں حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی صاحبؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ مفتی صاحب نے پوچھا پہلے کس سے بیعت تھے پھر حضرت شاہ مسیح اللہ جلال آبادی کا نام سن کر فرمایا اب بیعت ہونے کی ضرورت نہیں۔ مفتی عباس صاحب اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا مفتی احمد خانپوریؒ (خلیفۂ اجل حضرت مفتی محمود الحسنؒ گنگوہی) کی مجلس میں بلاناغہ شریک ہوتے، چنانچہ ایک روز انہوں نے فرمایا کہ میں بغیر

بیعت کئے آپ کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں، اسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کاندھلوی کے خلیفہ مولانا ہاشم جوگواڑی نے بھی آپ کو خلافت مرحمت فرمائی ہے۔

علمی و رفاھی خدمات

مفتی عباس بسم اللہ صاحب نے اپنے جد محترم مفتی گجرات حضرت مولانا اسماعیل بسم اللہ کے وہ فتاوے جو ہفتہ واری ''مسلم گجرات'' الاصلاح اور تبلیغ میں شائع ہوئے کو مرتب کر کے پانچ جلدوں میں شائع فرمایا۔ گجراتی زبان میں ''شیئرز کے شرعی احکام'' کے نام سے ایک کتابچہ ترتیب دیا جو شائع ہو کر مقبول عام ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ ڈابھیل کے ۲۷؍سالہ معین مفتی کی حیثیت سے جو فتاوے لکھے ہیں ان کی تعداد تقریباً ۹۷۴۰ ہے۔ اگر اسے بھی شائع کر دیا جائے تو عوام الناس کے لئے بیحد مفید ہوگا۔

درس و تدریس کے علاوہ مفتی صاحب گجرات کے متعدد مدارس اور ملی تنظیموں کے سرپرست ہیں۔ خدائے پاک ان کی دینی وملی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے سایہ کو تادیر امت پر قائم رکھے۔

حضرت قاری اسماعیل بسم اللہ

حضرت قاری اسماعیل بسم اللہ گجرات کے مشہو قصبہ ڈابھیل میں ۱۴؍اگست ۱۹۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام اسماعیل ہے، ابتدائی تعلیم جامعہ ڈابھیل میں حاصل کی دوران ناظرہ وحفظ سملک اسکول میں اول سے ایس ایس سی کا امتحان دیا اور اچھے نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

تکمیل حفظ کے بعد جامعہ ڈابھیل میں مولانا ابراہیم کاویؒ کے پاس ابتدائی اردو، فارسی اور حضرت مولانا اسماعیل چاسوی سے نحو وصرف کی کتابیں پڑھیں۔ قرآن پاک

سے خاص شغف کی وجہ سے آپ نے قرأت حفص میں داخلہ لیا۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ استاذ محترم مولانا احمد اللہ صاحب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اس لئے آپ بھی اپنے چند رفیق خاص کے ساتھ دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہیں حضرت والا کی خدمت میں رہ کر قرأت حفص کی تکمیل کی اور سند سے سرفراز ہوئے۔

درس و تدریس کا آغاز

درس و تدریس کا آغاز ۱۹۳۸ء میں مدرسہ اسلامیہ صوفی باغ سورت سے ہوا۔ یہاں تقریباً ۱۳؍سالوں تک تدریسی خدمات انجام دی اس دوران صدر مدرس کی ذمہ داری بھی کو بخوبی نبھایا۔ قاری صاحب کی محنت لگن اور شہرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مدرسہ اسلامیہ میں تشریف لے گئے تو اس وقت وہاں صرف ۱۰؍طلباء زیر تعلیم تھے۔ مگر انہوں نے اس مدرسہ کو خیر آباد کہا تو طلباء کی تعداد ۴۰۰ کو پار کر چکی تھی۔

جامعة القرأت كفلية كا قيام

۱۷؍رجب المرجب ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۹؍نومبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ حضرت مولانا قاری احمد اللہ صاحب بھاگلپوری کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔ بہت ہی کم عرصہ میں مدرسہ نے کافی شہرت اور ترقی حاصل کرلیا۔ اس وقت یہاں ۱۷ درجہ حفظ، قرأت حفص، سبعہ عشرہ اور دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ میں تقریباً ۶۵۰؍طلباء تحصیل علم میں مصروف ہیں۔ قاری صاحب جامعۃ القرأت کفلیتہ کے علاوہ دوسرے مدارس اور تنظیموں کی بھی سرپرستی فرمارہے ہیں، مدرسہ نورالاسلام ہلسانہ، مدرسہ نورالاسلام اونتڑا، ڈابھیل اونچا محلّہ مسجد، عیدگاہ، گارڈی چیری ٹیبل اسپتال، گجراتی اسکول، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، جامعہ زکریا جوگواڑ، دارالعلوم

سعادت دارین ضلع بلسار کے شوریٰ کے ممبر ہیں۔ اب تک ۲۸؍مساجد کی تعمیر بھی آپ کے توسط سے ہوچکی ہے۔ اللہ پاک آپ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ اسماعیل ماکروڈ

مولانا محمد موسیٰ اسماعیل کی ولادت ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ تعلیم کا آغاز دیوا گاؤں کے ایک مکتب سے ہوا، دینیات کی ابتدائی تعلیم بھی دیوا گاؤں کے مشہور عالم دین مولانا سلیمان واڑہ گامی سے حاصل کی۔

۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں جامعہ حسینیہ راندیر میں داخل ہوئے وہاں فارسی دوم اور عربی کی کتابیں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد سعید راندیری اور مولانا یحییٰ وڑ ماوی سے پڑھیں۔ دورہ حدیث شریف کی کتابیں آپ نے حضرت مولانا احمد اللہ اور حضرت مولانا شمس الدین سے پڑھیں اور ۱۹۵۶ء میں فارغ ہوئے۔ دیگر علوم و فنون کی تکمیل کیلئے ۱۹۶۰ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ایک سال تک حضرت مولانا فخرالدین احمد مرادآبادی، حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی اور حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ سے مختلف علوم وفنون کا درس لیا اور مہارت حاصل کی۔

فراغت کے بعد دیوا گاؤں کے مکتب میں تدریسی خدمات انجام دی۔ اس کے بعد انکلیشور میں تجارت کے پیشہ کو اختیار کیا اور یہیں ایک مکتب بھی قائم کیا۔ ۱۹۶۴ء میں درجہ اول کی تدریسی خدمات انجام دی، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے، ماہ نامہ "صدائے مرکز" جو گجراتی اور انگریزی میں نکلتا ہے اس کی ادارت بھی آپ کے ذمہ ہے، دارالعلوم مرکز اسلامی میں درس نظامی کے علاوہ تخصص انگریزی کا اہم شعبہ بھی قائم ہے جہاں سے ہر سال طلباء کی اچھی کھیپ تیار ہوکر عملی میدان میں داخل ہوتی ہے، تخصص فی التجوید، قرأت سبعہ اورعشرہ

روایت حفص کے شعبے بھی یہاں قائم ہیں۔ ماہر اساتذہ کی سرپرستی میں یہ شعبہ جات روز افزو ترقی کررہے ہیں، اگر مخلصین کی توجہ بدستور قائم ودائم رہی تو جامعہ کا مستقبل مزید درخشاں ہوگا۔ اللہ رب العزت بانی مدرسہ کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔

حضرت مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل

مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل کی ولادت ۲۵؍مارچ ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم کا آغاز مدرسہ فرقانیہ جوگواڑ سے ہوا۔ یہاں مولانا آدم صاحبؒ (حقیقی مامو) استاذ اور مربی تھے۔ ۱۹۵۷ء میں انہوں نے جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں داخلہ لیا اور مولانا عبدالحئی کفلیتوی کے زیر سرپرستی رہے۔ ۱۹۵۸ء میں جامعہ حسینیہ راندیر میں داخل ہوئے اور حضرت مولانا سلیمان ماکھروڈ، حضرت مولانا غلام رسول بورسدی، مولانا ابراہیم ڈسائی اور مولانا شمس الدین سے مختلف کتابوں کا درس لیا۔

۱۹۶۳ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے اور احادیث کے علاوہ معقولات ومنقولات میں دسترس حاصل کی۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا مفتی محمد یحییٰ، حضرت مولانا منظور خاںؒ صاحب، حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ، حضرت مولانا سید وقار علی اور حضرت مولانا محمد عاقل صاحب شامل ہیں۔ فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں میں ہی ایک سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۳؍اکتوبر ۱۹۶۸ء میں انگلینڈ تشریف لے گئے اور ۱۹۷۵ء میں مدرسہ امدادیہ رحیمیہ بولٹن انگلینڈ میں درس وتدریس کے علاوہ دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۵ء سے بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

بدنظری کا علاج، حسد وکینہ کا علاج قرآن وحدیث کی روشنی میں، زاد الصابرین، فضائل شہداء، المشتہر شرح نحومیر، میرے حضرت کے خطوط وملفوظات، مولانا محمد ہاشم حسن پٹیل کا اہم علمی کارنامہ ہے۔

۱۹۸۳ء میں مولانا نے اپنے وطن مالوف جوگواڑ میں دارالعلوم جامعہ زکریا کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۲۰۰۲ء میں دارالیتامی والمساکین قائم کیا۔ یہ دونوں ادارے اپنے مشاغل میں مصروف ہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ نبھا رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد سعید بزرگ

مولانا محمد سعید بزرگ کی ولادت ۱۵؍مئی ۱۹۵۴ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ڈابھیل میں ہی قاری سلیمان سورتی سے حاصل کی۔ اس کے بعد انہوں نے حفظ شروع کردیا اور حافظ ابراہیم صاحب سے حفظ کی تکمیل فرمائی۔

ابتدائی عربی سے دورہ حدیث شریف تک کی تعلیم جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں ہی حاصل کی۔ آپ کے معروف اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری، حضرت مولانا شوکت علی، حضرت مولانا احمد اللہ شامل ہیں۔ فراغت کے بعد آپ بھی درس وتدریس میں مشغول ہوگئے اور یہ سلسلہ ۱۹۸۹ء تک جاری رہا۔ ۱۹۹۰ء سے جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے مسند اہتمام پر فائز ہیں اور اپنی جملہ ذمہ داریوں کو دوراندیشی اور دانشمندی سے نبھا رہے ہیں۔ آپ کی سرپرستی میں جامعہ کی کافی ترقی ہوئی اور اس کا دائرہ روز افزوں بڑھتا جارہا ہے۔ آپ کا اصلاحی تعلق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے رہا۔ حضرت شیخ کی وفات کے بعد فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سے رجوع فرمایا۔ مولانا کو ادب سے بھی بیحد لگاؤ ہے، آپ کے ادبی

ذوق کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے مین ہال میں کافی معیاری اور عمدہ اشعار مرقوم ہیں۔

خدا آپ کو صحت وسلامتی کے ساتھ جامعہ کو سنوارنے اور اس کے پیغام کو عام کرنے کا وافر موقع میسر فرمائے

اس چمن میں ہوں گے پیدا بلبل شیراز بھی
سینکڑوں ساحر بھی ہوں گے صاحب اعجاز بھی

حضرت مولانا مفتی عبداللہ پٹیل مظاہری

مولانا مفتی عبداللہ صاحب مظاہری ۲۴رفروری ۱۹۵۲ء کو گجرات کے رویدرا گاؤں میں پیدا ہوئے۔ان کے والد ماجد حاجی محمد ابراہیم پٹیل اور والدہ ماجدہ جن مریم بی دونوں انتہائی نیک صالح اور علماء نواز تھے۔(ان کا مدنی خاندان سے قلبی تعلق تھا، حاجی صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے والہانہ ومخلصانہ محبت رکھتے تھے)مفتی عبداللہ صاحب کی ابتدائی تعلیم رویدرا میں ہوئی اس کے بعد ۱۹۶۳ء مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل میں درجہ حفظ میں داخلہ لیا اور حفظ کی تکمیل کے بعد یہیں عربی دوم تک کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۱ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے گئے اور درجہ عربی سوم میں داخل ہوئے اور دورہ حدیث شریف وافتاء تک تحصیل علم میں مصروف رہے حدیث کی بیشتر کتابوں میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔مظاہر علوم میں جن اساتذہ سے آپ نے زانوائے تلمذ کا شرف حاصل کیا ان میں حضرت مولانا محمد عاقل صاحب، حضرت مولانا مفی محمد یحییٰؒ صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز رائےؒ پوری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مفتی صاحب فراغت کے بعد سے درس وتدریس کے فرائض حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔فراغت کے پہلے ہی سال دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر میں حدیث کی اہم کتاب مشکوٰۃ المصابیح پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔

جامعہ ترکیسر میں مفتی صاحب نے تعلیم وتعلم اور تحقیقی ذوق کے حوالے سے طلباء میں نئی روح پھونک دی، یہی وجہ ہے کہ آپ کا دور فلاح دارین ترکیسر کا عہد زریں کہلاتا ہے۔ یہاں آٹھ سالہ مدت تدریس میں تقریباً تمام علوم وفنون کی کتابوں کو پڑھانے کا موقع ملا۔

مفتی صاحب کا اصلاحی تعلق حضرت تھانویؒ کے سلسلہ سے زیادہ رہا، اسی نسبت سے آپ نے حضرت علامہ مولانا سید صدیق احمد باندویؒ بانی مہتمم جامعہ عربیہ ہتھوڑا باندہ یوپی سے خلافت اور اجازت بیعت حاصل کی۔ حضرت علامہ باندویؒ کے انتقال کے بعد محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ سے رجوع فرمایا۔مفتی صاحب کو محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے مجازین میں ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

خدمت خلق ان کی زندگی کا اہم مقصد ہے چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے ہمہ وقت کمربستہ رہتے ہیں، قدرتی یا غیر قدرتی طور پر جب بھی کوئی افتاد آتی ہے آپ کا دل بے چین ہوجاتا ہے اور دل وجان سے راحت رسانی کے کام میں جٹ جاتے ہیں اور بلاتفریق مذہب وملت بقاء انسانیت کے جذبہ سے خدمت خلق کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

مفتی صاحب کے دل میں ایک مدت سے معیاری اور وسیع الخدمات ادارہ کی

نبیاد کا خیال انگڑائی لے رہا تھا چنانچہ آپ نے چند بزرگان دین کے مشورہ سے ۸؍جمادی الاولی ۱۴۰۵ھ مطابق ۳۰؍جنوری ۱۹۸۵ء میں جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ گجرات کی بنیاد رکھی۔آج یہ ادارہ گجرات ہی نہیں ملک بھر میں توجہ کا مرکز ہے۔خالق کائنات جملہ مساعی کو قبول فرمائے اور آپ کے سایہ عاطفت کو تادیر امت پر قائم ودائم رکھے۔آمین

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی

حضرت مولانا غلام محمد وستانوی کی ولادت ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں سورت کے مشہور قصبہ ''کوساڑی'' میں ہوئی۔آپ کے والد ماجد کا نام محمد اسماعیل ہے۔جس خاندان سے آپ کا تعلق ہے وہ راندیرا کہلاتا ہے،اس خاندان کے مدنی خاندان سے گہرے روابط رہے ہیں۔یہ رشتہ اب بھی استوار ہے۔

۱۹۵۲ء یا ۱۹۵۳ء میں آپ کے آباء واجداد کوساڑی سے منتقل ہوکر ''وستان'' میں مقیم ہوگئے جس کی مناسبت سے آپ وستانوی سے مشہور ہوگئے،وستان،ضلع سورت کا ہی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو کوساڑی سے متصل ہے۔مولانا وستانوی نے قرآن مجید اپنے گاؤں کوساڑی میں پڑھا،اس کے بعد ہتھورن (سورت) چلے گئے جہاں ابتدائی کتابیں پڑھیں،۱۹۶۴ء میں دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر گجرات میں داخل ہوئے اور مسلسل آٹھ سال رہ کر ۱۹۷۲ء میں فراغت حاصل کی یہاں جن اساتذہ سے آپ نے علم حاصل کیا ان میں مولانا مفتی احمد بیماتؒ، حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی،حضرت مولانا شیر علی افغانی اور حضرت مولانا ذوالفقار علیؒ جیسے نامور علماء شامل ہیں۔دارالعلوم فلاح دارین سے فراغت کے بعد مزید علمی تشنگی بجھانے کیلئے

۱۹۷۲ء میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور گئے وہاں حضرت مولانا شیخ محمد یونس صاحب جونپوری سے بخاری شریف اور دیگر اساتذہ سے دورہ حدیث کی کتابیں پڑھیں اور ۱۹۷۳ء میں فراغت حاصل کی،فراغت کے بعد قصبہ بوڑھان (ضلع سورت) میں دس روز پڑھانے کے بعد دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ چلے گئے،وہاں آپ نے ابتدائی فارسی سے لیکر عربی متوسطات تک کی مختلف کتابوں کا درس دیا۔

بیعت و ارشاد

۱۹۷۰ء میں دور طالب علمی میں ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔۱۹۸۲ء میں جب حضرت شیخؒ کی وفات ہوگئی تو محبوب الملت حضرت علامہ مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندویؒ سے روجوع فرمایا اور حضرت باندویؒ سے ہی بیعت وخلافت حاصل ہوئی،آپ کی مجلس ذکر فجر کی نماز کے بعد مسجد میمنی (اکل کوا) میں منعقد ہوتی ہے جس میں طلباء واساتذہ پابندی سے شریک ہوتے ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔

خدمات

مولانا وستانوی نے قیام دارالعلوم عربیہ اسلامیہ محمود نگر کنتھاریہ بھروچ گجرات کے دوران چند مخلص احباب کی درخواست پر (اکل کوا) کا تبلیغی دورہ کیا۔یہاں انہو ں نے جس طرح بدعات وخرافات میں لوگوں کو ملوث پایا اس سے دل میں مضطرب ہوگیا اور اسی آن یہ ارادہ کرلیا کہ اہل علاقے کو رسومات قبیحہ سے نجات دلانے کیلئے ایک دینی ادارہ کا قیام از حد ضروری ہے،چنانچہ واپسی پر اپنے بڑے بھائی جناب حافظ محمد اسحٰق وستانوی سے اس خیال کا اظہار کیا،انہوں نے بھی آپ کے خیال کی تائید کی اس کے بعد اکابر علماء سے مشورہ کیا تو ان حضرات نے بھی حوصلہ افزائی

فرمائی۔ چنانچہ ۱۹۷۹ء میں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم (اکل کوا ضلع نندوربار مہاراشٹر) کا قیام عمل میں آیا پہلے تعلیم کا آغاز مکرانی پھلی مسجد سے ہوا مگر جب عمارت بن گئی تو مدرسہ وہاں منتقل ہوگیا۔

مولانا غلام محمد وستانوی قومی وملی خدمات میں بھی پیش پیش رہتے ہیں، آپ کی فعالیت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ بہت ہی قلیل مدت میں جامعہ نے اس قدر ترقی کی منزلیں طے کی ہیں کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس کے علاوہ لڑکیوں کی تعلیم کیلئے تقریباً سات مدارس قائم کئے۔ قوم کے نوجوانوں کو دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم سے آراستہ کرنے کیلئے جامعہ کے احاطہ میں میڈیکل کالج، بی ایڈ کالج، فارسی کالج، پالی ٹیکنیک کالج، آئی ٹی آئی سینٹر اور الانا ہائی اسکول قائم کیا جن میں تقریباً سات ہزار سے زائد طلباء وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ مولانا وستانوی ملک کی معتبر درسگاہوں کے شوریٰ کے ممبر بھی ہیں، جن اعلیٰ تعلیمی اداروں کے آپ رکن ہیں ان میں ازہر ہند دارالعلوم دیوبند، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ قابل ذکر ہیں، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بھی رکن تاسیسی ہیں یہاں بھی آپ کے مشورہ اور خیالات پر سنجیدگی سے غور وفکر کیا جاتا ہے۔ دینی مدارس، مساجد کی تعمیر اور عصری اداروں کے قیام اور اسے ترقی سے ہمکنار کرنے میں مولانا وستانوی کی جو خدمات ہیں وہ یقیناً آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں خدائے پاک ان کے اخلاص اور ان کی قربانیوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور امت محمد پر ان کے سایہ عاطفت کو تادیر قائم رکھے۔

جہاں رہے گا روشنی لٹائے گا
کسی چراغ کا اپنا مکاں نہیں ہوتا

حضرت مولانا محمد ایوب سورتی قاسمی ماکھنگوی

مولانا محمد ایوب بن محمد ہاشم کی پیدائش ۴؍رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۰؍نومبر ۱۹۳۵ء میں سورت کے ''ماکھنگا'' گاؤں میں ہوئی، یہ گاؤں گجرات کی مشہور تعلیم گاہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ مولانا نے فخر گجرات حضرت مولانا مفتی علی محمد صاحب کی نگرانی میں حفظ کی تکمیل کی، اس کے بعد جامعہ ڈابھیل چلے گئے اور وہاں اردو فارسی کی تعلیم حاصل کی، پھر جامعہ اشرفیہ راندیر میں عربی اول سے عربی چہارم تک کی کتابیں پڑھیں، ۱۹۵۷ء میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور ہدایہ سے دورہ حدیث تک کی کتابیں اپنے وقت کے جید اور مشاہیر علماء سے براہ راست پڑھیں، ۱۹۶۱ء میں دارالعلوم سے فارغ ہوئے، آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سید فخرالدین احمد مرادآبادیؒ، حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ، حضرت مولانا بشیر احمد خاںؒ، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحبؒ وغیرہ شامل ہیں، بیعت واصلاح کیلئے مولانا محمد ایوب سورتی نے سب سے پہلے شیخ الاسلام سے تعلق قائم کیا اور حضرت مدنی کے وصال کے بعد قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے رجوع فرمایا، حضرت رائپوریؒ کے بعد مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں جلال آبادیؒ سے بیعت واصلاح کا تعلق رہا، دارالعلوم اور تبلیغی جماعت سے فراغت کے بعد اپنے وطن گجرات نواپور اور عالی پور میں تعلیمی خدمت مع امامت و خطابت شروع کی وہاں سے ۱۹۶۷ء میں انگلینڈ لنکاشائر کے شہر ''باٹلی'' تشریف لے گئے اور وہاں درس وتدریس کی خدمات انجام دینے لگے، گذشتہ کئی

دہائی سے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب درس وتدریس کے علاوہ دعوت وتبلیغ میں مصروف ہیں، ضعف، نقاہت اور متعدد امراض کے باوجود آپ کا یہ شغل ہنوز جاری ہے خدا سلامت رکھے بڑی خوبیوں کے مالک ہے۔

مذکورہ سطور میں گجرات کے چند مشاہیر علماء ومشائخ اور قائدین ملت کے حالات مختصر بیان کئے گئے ہیں تاکہ نئی نسل کو ان کی دینی، فکری اور علمی قیادت سے روشنی ملتی رہے۔ گجرات کے ان ممتاز علماء میں مختلف النوع خصوصیات وکمالات کے حامل بعض بزرگان دین ہیں، بعض وہ ہیں جن کی پوری دنیا میں شہرت کی دھوم ہے بعض وہ ہیں جنہوں نے گمنامی کی زندگی بسر کی اور دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان معتبر علماء کے افکار ونظریات کو وسیع پیمانے پر عام کیا جائے۔ انکی گراں قدر تالیفی خدمات وتحقیقات اور علمی شہ پاروں کو جو غیر مطبوعہ ہیں شائع کرنے کا معقول انتظام کیا جائے تاکہ اہل علم مستفید ہوسکیں۔

یہاں ایک امر توجہ طلب یہ ہے کہ علماء گجرات جو اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے دوسری ریاست کے علماء سے بڑی حد تک ممتاز رہے، ان کی بعض خدمات تو اس پایہ کی ہیں کہ معاصر علماء سے بہت آگے نکل چکے ہیں مگر تحقیق وریسرچ کے طلبا کی ان تک رسائی صرف اس وجہ سے نہیں ہوسکی ہے کہ یہاں کے اہل علم حضرات اس کی نشر واشاعت کا معقول اہتمام نہیں کرسکے یہی وجہ ہے کہ مقامی لوگ ان کی علمی، دینی وملی خدمات سے واقف ہیں مگر ریاست سے باہر ان سے خال خال لوگ ہی واقف ہوسکے۔ میرا خیال ہے کہ علماء گجرات کی علمی وادبی خدمات پر ملک کے بڑے تعلیمی ادارے اور یونیورسٹیز میں شاید ہی تحقیقاتی مقالہ لکھا گیا ہو۔ جب کہ بعض علماء کی شخصیت اور خدمات اس قابل ہیں

کہ ان پر باضابطہ ریسرچ ہوسکتا ہے۔

مجھے امید واثق ہے کہ اس حقیر تحریر کے بعد ناچیز کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اس طرف توجہ دی جائیگی۔

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَن یَشَاءُ وَاللّٰہُ ذُو الفَضْلِ الْعَظِیْمِ

لاتی ہے گردش تقدیر کہاں یاد رہے
عشق کیا چیز ہے اے دور زماں یاد رہے

دل نے جو یاد کیا اپنے لہو سے لکھا
تو نے جو فیض کیا حسن جواں یاد کیا

مفتی محفوظ الرحمن عثمانی

تحریک تحفظ ختم نبوت اور پیام انسانیت کے علمبردار

نام : مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی

ولدیت: جناب مولانا محمد ایوب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ پیدائش: 15راگست 1960

ابتدائی تعلیم:

ناظرہ و دینیات والد مرحوم کے پاس، ابتدائی فارسی مدرسہ فیض عام رحمانی چین سنگھ پٹی سپول، بہار، عربی جامعہ عربیہ سراج العلوم تاہٹہ بازار سیوان، بہار۔ ثانویہ جامعہ عربیہ نور الاسلام میرٹھ، متوسطات دار العلوم دیوبند (وقف)

فضیلت: جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) 1988

درس و تدریس:

میرٹھ میں قیام برائے تدریب افتاء 1988 بعدہ جامعہ علوم اسلامیہ 1989 بھوج کچھ گجرات میں تدریس۔

تاسیس جامعہ:

16 شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ بمطابق 25 مارچ 1989ء میں ہندو نیپال کی سرحد پر رشد و ہدایت اور تعلیم و تبلیغ کی عظیم درسگاہ جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ کا قیام۔

ماہنامہ 'معارف قاسم جدید' دہلی:

2000ء میں حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتوی مؤسس دار العلوم دیوبند کی یاد

میں ''معارف قاسم'' نامی ماہنامہ کا اجراء۔

تصانیف و تالیفات:

(۱) مجاہد کی للکار (۲) مقامات مقدسہ (۳) معارف قاسم کا خصوصی شمارہ ''قاضی مجاہد الاسلام قاسمی نمبر'' معارف قاسم جدید کا ''سیرت النبی نمبر''، ''مسلم پرسنل لا نمبر'' اور پیام انسانیت نمبر (۴) قرآن کریم کا اعجاز اور اس کی حقیقت (اردو، انگریزی) (۵) خطبہ حجۃ الوداع (اردو، انگریزی) (۶) زکوٰۃ اور اس کا مصرف (اردو، انگریزی) (۷) مجموعہ رسائل (۸) ذکرا قائما، 20ویں صدی کے علماء گجرات کی حیات علمی و دینی خدمات (۹) اسلام اور امن و آشتی (زیر طبع) (۱۰) ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کا کردار (زیر طبع) (۱۱) راہ عمل (۱۲) ہندی زبان میں کتب سیرت کا ادبی جائزہ (۱۳) دینی مدارس، ماضی حال اور مستقبل، تقاضے، چیلنجیز اور ان کا حل (۱۴) قادیانی دائرہ اسلام سے خارج (۱۵) اسلام اور قادیانیت عقائد کی روشنی میں۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت:

گزشتہ دس سالوں سے شمال مشرقی بہار میں فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے مسلسل جدوجہد اور ختم نبوت کے موضوع پر متعدد اجلاس کا انعقاد اور بیداری مہم کے ذریعہ 'فتنہ قادیانیت' کی حقیقت سے عوام الناس کو آگاہ کرانا۔ خصوصاً گذشتہ تین سالوں سے جب شریف عالم سابق ڈی ایم سپول نے علاقے سیدھے سادھے لوگوں قادیانی بنانے کے لئے کم بیش 25 کروڑ روپے خرچ کیا اس درمیان گھورنا بازار ضلع ارریہ، بیرپور بازار ضلع سپول، چھاتاپور بازار سپول، سپول شہر، مہوا گاؤں سپول، کھیرا اُسکا پور ضلع ارریہ، سیتاپور گُسہر ضلع سپول اور خشکی باغ پورنیہ، بہاری گنج

مدھے پورہ میں قادیانیوں کے خلاف مناظرہ، 10 /اپریل کو روزنامہ راشٹریہ سہارا میں شریف عالم قادیانی ڈی ایم کے صد سالہ خلافت جوبلی کا انعقاد کی خبر 27 /مئی کو شائع ہونے کے بعد۔ اس کو ناکام کرنے کے لئے اور مسلمانوں کے عقائد وایمان کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش حتی کہ ہندی روزنامہ ''دینک جاگرن'' 23 /مئی میں شائع خبر کے مطابق مرزا غلام احمد قادیانی کا پانچواں خلیفہ مرزا مسرور سپول پہنچا جس کو ہر ممکن جمہوری طریقے اور احتجاجی پروگراموں کے ذریعہ انہیں پروگرام کرنے سے روکدیا گیا اور ہزاروں کی تعداد میں وظیفہ خور لوگوں کو فتنہ قادیانیت کے جال سے نکالنے میں کامیابی ملی۔

پریس کانفرنس:

25 /جون کو ارریہ میں مسلمانوں میں فتنہ قادیانیت کے حوالے سے میڈیا کے ذریعہ بیداری لانے کے لئے پریس کانفرنس منعقد کی گئی، جس کی تفصیلات 26 /جون روزنامہ راشٹریہ سہارا، ہندوستان ایکسپریس 28 /جون وغیرہ کے صفحات پر دیکھے جاسکتے ہیں۔

علماء کے نام خطوط:

28 /جون کو 200 علماء کرام کو خطوط لکھے گئے ان میں تقریباً 25 علماء کرام کی طرف سے خطوط کے جواب ملے اور انہوں نے اس مہم میں شرکت کی۔ ان میں دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، ندوۃ العلماء لکھنؤ، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، مسلم پرسنل لابورڈ، جمعیۃ علماء ہند، جماعت اسلامی، ملی کونسل، مرکزی جمعیۃ علماء ہند، جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر اور ملک کی مایہ ناز ہستیاں جن میں سیاسی وسماجی رہنما وقائدین شامل ہیں شریک اجلاس ہوئے۔

پٹنہ کا سفر:

ضلع سپول میں قادیانیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو ختم کرنے کے لئے حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لابورڈ وامیر شریعت امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور حضرت مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ سے ملاقات کی پھر یکم جولائی 2008 کو بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار سے رکن پارلیمنٹ جناب علی انور کی قیادت میں جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کا یہ وفد ملا۔ اور تفصیل سے وزیر اعلیٰ کے سامنے شریف عالم قادیانی ڈی ایم کی بابت واقف کرایا۔ انہوں نے 2 ماہ کا وقت لے کر شریف عالم پر کارروائی کی۔ ہوم سکریٹری افضل امان اللہ کو بلا کر قادیانی ڈی ایم کو حاضر جواب کیا۔

ملک کے ارباب اقتدار سے ملاقات اور میمورنڈم:

5 جولائی کو مشیر خاص بھائی احمد پٹیل کی معرفت سونیا گاندھی یوپی اے چیئرپرسن کو میمورینڈم پیش کیا پھر اسی دن سبوت کانت سہائے سے ملاقات کی۔ 8 /جولائی 2008 کو وزیر اعظم ڈاکٹر منموہن سنگھ کو میمورینڈم پیش کیا۔ 6 /جولائی 2008 کو پرکاش جیسوال وزیر مملکت برائے داخلہ کو واقف کرایا۔ اس دوران اخبارات میں وہاں کی حالات پر مسلسل بیانات شائع ہوتے رہے۔ دوسری ملاقات نتیش کمار وزیر اعلیٰ بہار سے 21 /اگست کو ہوئی، انہوں نے 25 /اگست 2008 کو شریف عالم قادیانی ڈی ایم کو ہٹا کر پٹنہ کے شعبۂ حیوانات میں مامور کیا۔

دیوبند کا سفر:

16 /رجب ۱۴۲۹ھ بمطابق 15 /جولائی 2008 کو حضرت مولانا محمد سالم

قاسمی صاحب، مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند، حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری، نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند سے ملاقات کی اور تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر مولانا شاہ عالم کے مشورہ پر تمام کتابیں خریدی اور علاقہ میں جامعۃ القاسم کے اساتذہ و مقامی مبلغین پر مشتمل وفد روانہ کیا، تاکہ علاقہ میں قادیانیت کے بڑھتے اثرات پر روک لگائی جائے۔ 24 رشوال ۱۴۲۹ھ کو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن کو خط لکھا اور اس میں شعبہ تحفظ ختم نبوت دارالعلوم کی زیر سرپرستی سپول میں اجلاس منعقد کرانے کا مطالبہ کیا۔ مولانا غلام رسول خاموش کارگزار مہتمم دارالعلوم دیوبند نے ۲۶ رشوال ۱۴۲۹ھ کو ناظم کل ہند تحفظ ختم نبوت مولانا قاری سید محمد عثمان اور مولانا شاہ عالم کو پروگرام میں شرکت کی اجازت دی۔

سہارنپور کا سفر:

۲۶ شوال ۱۴۲۹ھ کو جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں حاضری ہوئی جہاں حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ساؤتھ میں منعقدہ تحفظ ختم نبوت کے پروگرام میں شرکت کے لئے سفر میں تھے۔ حضرت الاستاذ مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے ملاقات کی اور پوری تفصیل پیش کرنے کے بعد پروگرام میں شرکت کی دعوت دی۔ حضرت نے اپنی صحت کی معذوری بتاتے ہوئے شعبہ تحفظ ختم نبوت کے ناظم مولانا مفتی راشد قاسمی کو اجلاس میں شرکت کا حکم صادر کیا۔

لکھنؤ ورائے بریلی کا سفر:

۲۷ راگست ۲۰۰۸ء کو ندوۃ العلماء لکھنؤ حاضر ہوکر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی

ندوی صدر مسلم پرسنل لا بورڈ و ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے ملاقات کی اور بالتفصیل سپول کے حالات سے روشناس کرایا۔ حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کو پروگرام میں شرکت درخواست کی حضرت نے اپنی صحت کی معذوری فرمایا لیکن اجلاس کے موقع پر ایک ''پیغام'' اور ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں'' کتاب تحریر فرمائی اور اپنی نمائندگی کے لئے حضرت مولانا محمد خالد غازیپوری استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو نامزد فرمایا۔

تحفظ ختم نبوت کے پروگراموں کا انعقاد:

۱۹/۲۰/۲۱ رنومبر ۲۰۰۸ء کو تحفظ ختم نبوت اجلاس منعقد ہوا جس میں کوسی کمشنری پورنیہ کمشنری، ضلع بھاگلپور و مونگیر کے تقریباً 500 علماء کرام نے تربیتی کیمپ میں حصہ لیا اور آخری نشست میں تقریباً 35 تا 40 ہزار فرزندان ناموس رسالت موجود تھے۔

۱۵ ردسمبر ۲۰۰۸ء کو تاتارپور، بھاگل پور میں ایک پروگرام منعقد کیا، ۱۶ ردسمبر کو غازیپور ضلع مونگیر میں بھی پروگرام منعقد گیا یہ وہ علاقہ ہے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا محمود بشیر آتا رہا ہے، یہاں تقریباً 400 گھرانہ قادیانی موجود ہے شریف عالم قادیانی ڈی ایم ضلع سپول اسی علاقہ کا باشندہ ہے جہاں جامعۃ القاسم نے تقریباً پانچ ہزار فرزندان توحید کو جمع کیا اور ایمان و یقین اور ناموس رسالت کی جہت پر تفصیلی پروگرام کا انعقاد کیا۔

۱۷ ردسمبر ۲۰۰۸ء کو جمالپور اسٹیشن مونگیر اور اکرام نگر محلہ سبحان، دلاور پور مونگیر کی شاہ جہانی جامع مسجد مونگیر اجلاس کا انعقاد ہوا جہاں تقریباً 25 ہزار لوگ شریک ہوئے۔ یہ وہی علاقہ ہے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا محمود بشیر کی سسرال

ہے۔ جہاں بہت سارے لوگ پروگرام کے بعد قادیانیت سے تائب ہوئے اور آپس کے تال میل کے رشتہ کو ختم کیا، شادی بیاہ ختم کردیا۔ ۱۸؍دسمبر ۲۰۰۸ء کو چوڑھلی کھگڑیا میں پروگرام منعقد ہوا۔ نیز ۱۹/۲۰/۲۱؍دسمبر ۲۰۰۸ء کو جامعہ انوار محمدیہ مہیش پور سپول میں سہ روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی کیمپ لگایا گیا جس کی آخری نشست میں تقریباً ۳۰ سے ۳۵ ہزار افراد شریک تھے۔ انہی ایام میں معلوم ہوا کہ ۲۶/۲۷؍دسمبر ۲۰۰۸ء کو قادیان میں ایک صد سالہ پروگرام منعقد کیا جارہا ہے جس میں پانچویں خلیفہ مرزا قادیانی مرزا مسرور شریک ہورہا ہے۔ یہ کالی کٹ کیرالہ آچکا تھا جہاں ایک اسلامک سینٹر کا افتتاح بھی کیا ان ایام میں تحفظ ختم نبوت کے تمام پروگرام کی خبریں، کلکتہ، ممبئی، دہلی، لکھنؤ، پٹنہ، حیدرآباد وغیرہ میں پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا پر آتی رہیں اور قادیانیوں کے کئی دھمکی آمیز فون بھی آتے رہے لیکن اللہ کے فضل سے ان خبروں کی بنیاد پر حکومت ہند نے بہت ہی دانشمندانہ قدم اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ مرزا مسرور کو ہندوستان سے باہر کردیا۔ سپول واطراف سپول سے تقریباً 2 ہزار لوگوں کو قادیان لے جانے کے لئے ٹرین بک کرا چکے تھے جس میں سے بڑی تعداد۔ **الحمد لله علی ذالک**۔ قادیانت سے تائب ہوکر اسلام میں داخل ہوئے۔

جامعۃ القاسم کی مطبوعات کی تقسیم:

جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے زیراہتمام منعقدہ اجلاس میں شریک علماء کو سرٹیفکیٹ کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند سے قادیانیت پر مطبوعہ کتابیں خرید کر جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ نے انھیں ۸۰۰ روپے کی کتابیں پیش کی، علاوہ ازیں جامعۃ القاسم کی مطبوعات: (۱) اسلام اور قادیانیت عقائد کی روشنی میں (۲) قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے (۳) مجموعۂ رسائل (۴) قادیانی گروہ زندیقوں

کی طرح تحریک ارتداد چلا رہا ہے (۵) قادیانیوں کی چال سے ہوشیار رہیں (۶) قادیانیت انگریزوں کا خود کاشتہ پودا (اردو، ہندی) (۷) عام مسلمانوں کو قادیانیت کی حقیقت سمجھانے کا طریقہ (ہندی) (۸) ایمان وکفر کی حقیقت (ہندی) (۹) قادیانیت کے متعلق علماء اسلام اور سرکاری عدالتوں کا فیصلہ (۱۰) قادیانی تحریروں کی روشنی میں (۱۱) قادیانیوں کی سیاسی وسماجی پوزیشن (۱۲) دین اسلام سے قادیانیوں کا کوئی تعلق نہیں (ہندی) اور پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ تاکہ فتنہ قادیانیت سے اہل علم طبقہ کو اچھی طرح باخبر کرا کرنا خواندہ طبقہ کو گمراہی سے بچایا جاسکے۔

جامعۃ القاسم کی مساعی کا اعتراف:

تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کی ہمہ جہت سرگرمیوں کو دیکھ کر قادیانی اپنی بساط سمیٹنے پر مجبور ہوئے اور انہوں نے بجاطور پر اپنے ہفت روزہ اخبار ''بدر'' میں بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ کریں: شمارہ نمبر 10 جلد نمبر 58 بتاریخ ۷؍ربیع الاول ۱۴۳۰ھ بمطابق ۵؍مارچ ۲۰۰۹ء صفحہ 5 پر کالم ''منقولات'' میں سامان عبرت کے عنوان سے یہ اعتراف کیا ہے۔

''سپول بہار کے جماعت احمدیہ کی مخالفت کرنے والے مولوی مفتی محفوظ الرحمٰن بانی ومہتمم جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مغربی سپول بہار کے عبرت انگیز مضمون کا ایک حصہ ملاحظ فرمائیں، جس میں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے احمدیت کی شدید مخالفت کی اور ابھی وہ ''قادیانی مشن'' کے خلاف دورہ کرہی رہے تھے کہ کس طرح سیلاب کے عذاب نے ان کے اور ان کے مدرسہ کو جو احمدیت کی مخالفت کا گڑھ تھا تباہ و برباد کردیا۔ قرآن مجید میں خدا کے مامورین کی مخالفت کرنے والوں پر آنے والے سیلاب کے عذاب کا بھی ذکر موجود ہے وہی عذاب ان مخالفین پر بھی ٹوٹا

ہے۔(ادارہ)‘‘

قابل ذکر ہے کہ شریف عالم قادیانی ڈی ایم جس مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جمائے ہوئے تھا اور انہیں جس درجہ کی حمایت مل رہی تھی وہ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے زیر اہتمام ملک کے نامور علماء کرام جن میں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم (وقف) دیوبند، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے ذمہ داروں کی معاونت اور جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کے اساتذہ کی انتھک کوشش کا نتیجہ ہیں اور بالخصوص مفتی صاحب کی شبانہ روز جدوجہد نے قادیانیوں کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیا۔ان تمام خدمات کا سہرا مادرعلمی جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے سر جاتا ہے۔ **وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔**

سیلاب کی تباہی اور مفتی صاحب کی ہمدردی:

شمالی بہار میں سیلاب سے جو تباہی و بربادی ہوئی ہے اس کا خاص مرکز ضلع سپول کے ہی دیہی علاقے اور مدھے پورہ، پورنیہ اور ارریہ ہیں۔ واضح ہو کہ سیلاب کی قہرسامانی کا شکار جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ راست طور پر ہوا۔اس علاقہ کی سیکڑوں غریب بستیاں اس طوفانی سیلاب میں بہہ چکی ہیں جس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔کوسی ندی کا جو پشتہ ٹوٹا اور جس نے یہ تباہی مچائی ہے وہ جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ سے محض 30 کلومیٹر دوری کے فاصلہ پر ہے،اس پشتہ کے ٹوٹنے سے تقریباً220 کلومیٹر کا علاقہ اس طرح پانی کی زد میں آیا کہ کچے مکانات بالکل بہہ گئے، یا منہدم ہوگئے،لوگوں کو اتنا وقت نہیں ملا کہ وہ اپنے غلے، جانور وغیرہ نکال کر محفوظ مقام پر رکھ سکیں،اس طوفان بلاخیز میں یا تو لوگوں نے اونچی سڑکوں پر پناہ لی یا پھر پختہ مکانات کی چھتوں پر۔ارریہ،سپول پرتاپ گنج،نرپت گنج،سہرسہ،مدھے پورہ،کٹیہار،

کھگڑیا کے تقریباً9000 گاؤں بالکل تباہ ہوچکے ہیں،یہ اعدادوشمار سرکاری ہیں،حقیقی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے، سرکاری اعدادوشمار اور ذرائع ابلاغ کے مطابق اس سیلاب سے تقر 12 اضلاع کے ڈیڑھ کروڑ لوگ متاثر ہوئے جن میں 40 لاکھ لوگ بے گھر ہوئے ،انسانی لاشیں بہتی ہوئی دکھائی دیتی رہیں۔جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ کی چھتوں پر تقریباً10 ہزار افراد نے اولاً پناہ لی ،لیکن جب چاروں طرف سے سیلاب نے گھیر لیا تو انہیں بوٹ اور کشتی سے محفوظ مقامات پر لے جایا گیا۔

جامعۃ القاسم کے احاطہ میں چارفٹ سے زیادہ پانی تھا اور دارالاقامہ کے ساتھ جامعہ کی دیگر عمارتوں مثلا لائبریری میں پانی گھس گیا، چونکہ طلبا کی چھٹی ہوچکی تھی اس لیے جانی اتلاف تو نہیں ہوا البتہ جامعہ کے گودام میں رکھے ہوئے غلوں کو نہیں نکالا جاسکا اور پانی کی وجہ سے سب تباہ و برباد ہوگیا۔ہزاروں کتابیں پانی میں خراب ہو گئیں۔صورتحال اس قدر خراب ہوگئی کہ علاقہ خالی ہوگیا، دکانیں بند،شہر تک آنے جانے کے ذرائع نہیں،ان حالات میں جامعہ کے اراکین نے 2 عدد موٹر بوٹ کا نظم کیا جس کا یومیہ کرایہ بھی ادا کرنا پڑا، اس کے علاوہ مصیبت کی اس گھڑی میں جامعہ کی ریلیف ٹیم علاقے میں ہنگامی طور پر پریشان اور بھوکے پیاسے لوگوں کو صرف انسانیت کی بنیاد پر کھانے کے پیکٹ تقسیم کیے۔چاول، چوڑا،موڑھی، بچوں کے لیے دودھ کے پیکٹ،موم بتی، ماچس اور سیکڑوں پلاسٹک کے ترپال تقسیم کیے گئے۔

سیلاب کی تباہی نے علاقے میں بھکمری کی کیفیت پیدا کردی تھی لیکن الحمدللہ ہندوستان بھر کی مختلف تنظیموں اور حکومت کی ریلیف و بازآبادکاری نے لوگوں کو بڑا حوصلہ دیا، ایسے وقت کا فائدہ اٹھا کر قادیانیوں نے بہت سے لوگوں کو ریلیف کے نام پر دام فریب میں لانا چاہا مگر جب مفتی صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک

بار پھراس کی جانب توجہ دی اور گاؤں گاؤں میں بیداری مہم چلائی ۔

تحریک پیام انسانیت :

جامعۃ القاسم 10 ایکڑ اراضی میں پھیلا ہوا ہے اور اس کی 23 شاخیں بھی ہیں جہاں دینی تعلیم کا معقول نظم ہے اور جامعہ کے تحت تعلیمی بیداری، اصلاح معاشرہ اور پیام انسانیت کی تحریک چلائی جاتی ہے۔ جامعہ کے تحت گاؤں، قصبات اور شہروں میں اصلاح معاشرہ اور تعلیمی بیداری کے عنوان سے درجنوں چھوٹے بڑے اجلاس اور میٹنگیں منعقد کی گئیں جن کے نہایت دوررس اثرات مرتب ہوئے ۔ اسی سال 26 اپریل 2010 کو ''پیام انسانیت کنونشن'' منعقد کیا گیا جس میں مختلف مذاہب ومسالک کے تقریباً تین لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ اس کنونشن کے مہمان خصوصی ریاست بہار کے وزیر اعلیٰ جناب نتیش کمار تھے جب کہ دیگر مہمانوں میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے امین عام حضرت مولانا سید شاہد سہارنپوری صاحب ، روزنامہ راشٹریہ سہارا کے گروپ ایڈیٹر ڈاکٹر عزیز برنی صاحب، ورلڈ اسلامک فورم لندن کے چیئرمین مولانا عیسیٰ منصوری صاحب، دارالقرآن انٹرنیشنل ٹرسٹ جنوبی افریقہ کے چیئرمین مولانا سلیم محمد کریم صاحب، رکن پارلیمنٹ جناب علی انور صاحب، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا مفتی ثناء الہدی قاسمی، العین یو اے ای کے امام وخطیب حافظ وقاری محمد شہاب الدین صاحب، ناظم مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا محمد سلمان مظاہری کے صاحبزادے مولانا محمد عثمان مظاہری، نواسہ حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ مفتی محمد صالح مظاہری، نواسہ شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلویؒ مولانا محمد ساجد مظاہری، دارالعلوم دیوبند وقف کے استاذ حدیث مولانا شمشاد احمد رحمانی، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا صغیر احمد رحمانی، امام وخطیب جامع مسجد مونگیر مولانا

عبداللہ بخاری، ایم ایل سی سنجے سنگھ، سابق ریاستی وزیر منظر عالم، اور پانچ سو سے زائد حکام وسیاسی وسماجی قائدین نے شریک تھے۔

پیام انسانیت کے عنوان سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور اسلام کے زریں اصولوں کی تبلیغ کا کام شروع سے ہی کیا جارہا ہے، چنانچہ 4 جنوری 2010 کو معہد العالی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، 5 جنوری کو جامعۃ القاسم دارالعلوم الاسلامیہ مدھوبنی کے کیمپس، 6 جنوری کو جے پی سبھا بھون فاربس گنج ارریہ، 8 جنوری کو مدرسہ قاسم العلوم منجھوک پانجی پاڑہ مغربی بنگال، ۱۰ جنوری کو جامعہ عثمانیہ ہلدونی نوئیڈا ضلع غازی آباد یوپی میں پیام انسانیت کانفرنس منعقد ہوئی اور اس کے ذریعہ مفید و دوررس پیغامات کو عام کیا گیا۔

حوالہ جات

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
۱	تاریخ دارالعلوم	مولانا سید محبوب رضویؒ	۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء (طبع دوم) مکتبہ دارالعلوم دیوبند
۲	رسائل مرغوب	مولانا مرغوب احمد لاجپوری	۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء جامعۃ القرآت کفلیتہ گجرات
۳	انوار العارفین (اول)	مولانا صوفی عابد میاں	۲۰۰۶ء جامعۃ القرآت کفلیتہ ضلع سورت گجرات
۴	یادگار شخصیتیں	مولانا رضوان احمد ندوی	۲۰۰۱ء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ
۵	یاد ایام	مولانا حکیم سید عبدالحئی حسنی	۱۹۸۳ء مجلس تحقیقات نشریات اسلام لکھنؤ
۶	گجرات کی تمدنی تاریخ	مولانا سید ابوظفرؒ ندوی	۲۰۰۵ء دارالمصنفین اعظم گڑھ
۷	دیوان الامام الشافعی	مولانا عبداللہ کاپودروی	جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات
۸	افکار پریشاں	مولانا عبداللہ کاپودروی	۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء مجلس معارف کاپودرا گجرات
۹	صدائے دل (اول، دوم)	مولانا عبداللہ کاپودروی	طبع ثالث ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء مجلس معارف کاپودرا گجرات

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مطبوعہ
۱۰	صبح صادق وشفق کی تحقیق	مولانا یعقوب قاسمی	۱۴۲۰ھ مطابق ۲۰۰۰ء مجلس تحقیقات شرعیہ ڈیوزبری برطانیہ
۱۱	اسلامی قانون نکاح وطلاق	مولانا یعقوب قاسمی	۲۰۰۵ء مجلس تحقیقات شرعیہ ڈیوزبری برطانیہ
۱۲	تاریخ گجرات	شاہ ابوطراب ولی	۲۰۰۱ء اردو ساہتیہ اکیڈمی گجرات
۱۳	سخن وران گجرات	سید ظہیر الدین مدنی	۱۹۶۱ء قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی
۱۴	گجرات کے مشاہیر علماء	ڈاکٹر محمد زبیر قریشی	۱۹۹۶ء اردو ساہتیہ اکیڈمی گجرات
۱۵	تذکرۂ اکابر	مولانا نظام الدین قاسمی	۱۹۹۴ء جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر
۱۶	مواعظ اصلاحیہ	مولانا احمد اللہ	۲۰۰۳ء مکتبہ مدنیہ دیوبند
۱۷	سرور النجاح	مولانا محمد ابن یوسف	۲۰۰۶ء جامعۃ القرآت کفلیتہ ضلع سورت گجرات
۱۸	تالیفات مرغوب	مولانا مفتی مرغوب احمد	۲۰۰۷ء جامعۃ القرآت کفلیتہ ضلع سورت گجرات
۱۹	ہندوستانی عہد وسطی پر مسلم ثقافتی اثرات	ڈاکٹر رضی احمد کمال	۲۰۰۸ء الحسنات بک پرائیوٹ لمیٹڈ
۲۰	الاکلیل	شمس الہدی راجوی	۱۹۹۷ء مکتبہ الفاروق دریا گنج دہلی

۲۱	سوانح حیات مولانا احمد اللہ راندیری	مولانا محمد یونس سورتی	سورت گجرات
۲۲	تعارف جامعہ علوم القرآن	......	۱۹۹۹ء شعبہ نشر واشاعت جامعہ علوم القرآن گجرات
۲۳	تذکرۃ الرضا	مولانا رشید احمد اجمیری	طبع سوم ۱۹۹۹ء مکتبہ تالیفات اجمیری سورت گجرات
۲۴	علامہ محمد ابن طاہر پٹنی حیات افکار وخدمات	عبدالرشید ندوی	رابطہ ادب اسلامی گجرات
۲۵	آئینہ اشرفیہ	مولانا احمد اشرف راندیری	دارالعلوم اشرفیہ سورت گجرات
۲۶	مختصر تعارف جامعہ حسینیہ راندیر	......	شعبہ نشر واشاعت جامعہ حسینیہ راندیر گجرات
۲۷	میرے حضرت کے خطوط	مولانا ہاشم بن حسن	دارالعلوم زکریا جوگواڑ ضلع نوساری گجرات
۲۸	مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینہ میں	مفتی محمد ڈینڈ رولوی	دارالعلوم نذیریہ کاکوسی گجرات
۲۹	شاہراہ علم	مدیر ابوحمزہ	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر
۳۰	گوشہ تاریخ جامعہ (اجلاس صدسالہ)	مفتی عبدالقیوم راجکوٹی	جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات

۳۱	مواعظ شیخ اجمیری	مولانا قاری رشید احمد اجمیری	مکتبہ تالیفات اجمیری گجرات
۳۲	حیات عبدالرحیم	مولانا مرغوب احمد لاجپوری	مکتبہ المرغوب سورت گجرات
۳۳	محمود الفتاویٰ	مفتی عبدالقیوم راجکوٹی	مکتبہ انور محمود نگر ڈابھیل سورت گجرات
۳۴	نقوش بزرگاں	مفتی عبدالقیوم راجکوٹی	دارالنشر العلمیہ سملک ڈابھیل گجرات
۳۵	تحفہ سعادت	مولوی احمد ٹنکاروی	جامعہ مظہر السعادت ہانسوٹ گجرات
۳۶	فضلاء جامعہ تعارف وخدمات	مفتی عبدالقیوم راجکوٹی	جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات
۳۷	فقہائے گجرات اور انکی فقہی خدمات	////	جامعہ مظہر السعادت ہانسوٹ گجرات
۳۸	النور السافر	اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد عارف الدین فاروقی	گجرات ساہتیہ اکیڈمی گجرات
۳۹	الجواہر الزواہر (اردو ترجمہ البصائر فی التذکر الشائر)	مولانا حافظ محمد عبدالحئی	ادارہ تبلیغ الاسلام دارالعلوم اشرفیہ راندیر گجرات

۴۰	سوانح مولانا محمد سعید راندیری	مولانا محمد یونس سورتی	مجلس دعوت الحق برطانیہ
۴۱	تذکرہ اکابر	مولانا نظام الدین قاسمی	جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا مہاراشٹر
۴۲	سابرنامہ ۱۹۹۹ء	وفا جونپوری	اردو ساہتیہ اکیڈمی گجرات
۴۳	تالیفات مرغوب	مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری	جامعۃ القرأت کفلیتہ سورت گجرات
۴۴	سخن وران گجرات	سید ظہیر الدین مدنی	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی
۴۵	تاریخ گجرات	شاہ ابوتراب ولی	اردو ساہتیہ اکیڈمی گاندھی نگر گجرات
۴۶	پس مرگ زندہ	مولانا نور عالم خلیل امینی	ادارہ علم وادب دیوبند
۴۷	تذکرہ اہل دل	مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	مکتبہ فردوس مکارم نگر لکھنؤ
۴۸	تعارف دار العلوم اسلامیہ ماٹلی والا	......	شعبہ نشر واشاعت دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات

☆☆☆

ہماری مطبوعات

نام کتاب	مصنف	مرتب
مقامات مقدسہ	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ (سابق مہتمم دار العلوم دیوبند)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
زکوٰۃ اور اس کا مصرف (اردو، انگریزی)	امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد	〃
خطبہ حجۃ الوداع (اردو، انگریزی)	〃	
قاضی مجاہد الاسلام حیات وخدمات		
سیرت النبی		
مسلم پرسنل لا نمبر		
پیام انسانیت نمبر		
مجاہد کی للکار	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	
قرآن کریم کا اعجاز اور اس کی حقیقت	〃	
ہندوستان میں مدارس اسلامیہ (اردو، انگریزی)	〃	
اسلام اور امن وآشتی، اردو، انگریزی (زیر طبع)	〃	

محمد رسول اللہ کے بعد کوئی نبی نہیں	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	
قادیانیت منظر اور پس منظر	//	
قادیانیت کی حقیقت (اردو/انگریزی/ہندی)	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی	
اسلام اور قادیانیت عقائد کی روشنی میں	//	
قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں	//	
مجموعۂ رسائل	حضرت علامہ نور محمد خان ٹانڈویؒ	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
چندنا مور علماء	حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی	عبد القادر شمس قاسمی
قادیانی گروہ زندیقوں کی طرح تحریک ارتداد چلا رہا ہے	//	مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری
قادیانیوں کی چال سے ہوشیار رہیں!	//	مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری
قادیانیت انگریزوں کا خود کاشتہ پودا (اردو، ہندی)	//	//
عام مسلمانوں کو قادیانیت کی حقیقت سمجھانے کا طریقہ (ہندی)	//	//
ایمان اور کفر کی حقیقت (ہندی)	//	//
قادیانیت کے متعلق علمائے اسلام اور سرکاری عدالتوں کا فیصلہ		مولانا شاہ عالم گورکھپوری

قادیانی تحریروں کی روشنی میں	//	//
قادیانیوں کی سیاسی وسماجی پوزیشن		
دین اسلام سے قادیانیوں کا کوئی تعلق نہیں (ہندی)	//	//
قادیانیوں کو غور وفکر کی دعوت	//	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
تحریک تحفظ ختم نبوت اور جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ		اکٹر شہاب الدین ثاقب القاسمی
کوسی کا تباہ کن سیلاب اور جامعۃ القاسم دار العلوم الاسلامیہ	//	(رپورٹ) شاہ جہاں شاد
ہندی زبان میں کتب سیرت کا ادبی جائزہ (زیر طبع)	//	مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی
راہ عمل (زیر طبع)	//	//
ذکرا قائماً (20 ویں صدی کے علماء گجرات کی علمی، دینی خدمات)	//	//
دینی مدارس ماضی، حال اور مستقبل تقاضے، چیلنجز اور ان کا حل	//	//

اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر رسائل ومجلّات طباعت کے مرحلے سے گذر کر جلد ہی منظر عام پر آنے والے ہیں۔

☆☆☆